اصلاح اللسان

مولانا ضیاء الدین القاسمی الندوی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

اصلاح اللسان

مجموعۂ تقاریر

مرتب	مؤلف
محمد کلیم اللہ چمپارنی، فیضان احمد اعظمی	مولانا محمد ضیاء الدین صاحب القاسمی والندوی
متعلم	استاد مدرسہ عربیہ منبع العلوم
دار العلوم دیوبند	خیر آباد

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

نام کتاب ـــــــــــــ اِصلاح اللسان

مؤلف ـــــــــ مولانا ضیاء الدین صاحب

ناشر ـــــــــ کتبخانہ نعیمیہ دیوبند

طباعت اوّل ـــــــــ جون ۲۰۰۰ء

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فون نمبر آفس ـــــ ۲۳۲۹۴ ـــــ فون ـــــ ۲۴۵۵۶

فون فیکس رہائش ـــــــــ ۲۲۴۹۱

حدیثِ دل

کسی کو عزت و شہرت سے سرفراز کرنا اور کسی کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرنا، رب کائنات کی مشیت و حکمت پر منحصر ہے، نہ کوئی اپنے اعمال و کردار اور سعی و محنت سے عزت حاصل کر سکتا ہے اور نہ کسی کو ہم اپنے وسائل و ذرائع سے ذلیل بنا سکتے ہیں جبتک کہ اللہ نہ چاہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ وَ بِیَدِکَ الْخَیْرِ۔

بندۂ مومن کی شان یہی ہے کہ ہمیشہ رحمت خداوندی سے خیر کی امید رکھے اور کسی بھی قسم عزت کو خواہ وہ تحریری میدان سے متعلق ہو یا تقریر کی جولان گاہ سے، عمل کی دنیا سے اس کا تعلق ہو کہ اخلاق و کردار سے، بہر صورت یہی عقیدہ وایمان ہونا چاہئے کہ یہ سب انعام خداوندی ہے اور پھر لئن شکرتم لازیدنکم کو اپنا شیوہ بنالے اور لئن کفرتم سے پناہ مانگے اور ان عذابی لشدید کی وعید

کو سامنے رکھے۔

میں اپنے خالق و مالک کے دربار عالیشان میں سجدۂ شکر بجالانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُسنے مجھ گنہگار بندے کو اسکی تمام ترکوتاہیوں نافرمانیوں کے باوجود محض اپنے فضل و کرم سے یہ عزت بخشی کہ میری تقاریر کے مجموعہ سحر البیان اور سحر اللسان کو قبولیت عامہ عطا فرمائی فللہ الحمد والشکر، میں اپنی دونوں کتابوں کے مقدمہ میں تحریر کرچکا ہوں کہ یہ تقاریر اشاعت وطباعت کی غرض سے سپرد قرطاس نہیں کی گئی تھیں بلکہ ہمارے مدرسہ عربیہ منبع العلوم کے عزیز طلبہ نے اپنی انجمن کے اسبوعی و شہریہ پروگراموں نیز سالانہ انعامی سابقہ میں کرنے کیلئے لکھوائی تھیں اوران کو محفوظ رکھتے تھے ادھر کچھ سالوں سے یہ سلسلہ چل پڑا کہ عزیز طلبہ میں سے بعض تعلق و محبت رکھنے والوں نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران ان کی طباعت کا مزاج بنایا پھر شائع ہونے لگیں اور اپنی جاذبیت اور اچھوتے، ہلکے اور سنجیدہ مضامین کے سبب پسند کیجانے لگیں. تو اصل محنت ان طلبہ کی اور وہی ان کو منظرِ عام پر لانے کے مستحق ہوئے۔ لہٰذا مصنّف سے زیادہ مرتبین قابلِ ستائش ہیں اور اُن کا مشکور ہوں کہ اس طرح میری کاوشیں دوسرے لوگوں کو فائدہ پہونچانے کا سبب بنیں انشاء اللہ

میرے حق میں اخروی نفع کا باعث بھی ہوں گی۔

لیجئے اب تیسری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو طبع کرانیکا سہرا عزیزم کلیم اللہ چمپارنی متعلم دارالعلوم دیوبند اور محبی مولوی فیضان احمد اعظمی قاسمی و محبی شاہ نواز عالم الاعظمی۔ عزیزی ظفیر الدین سیوائی وغیرہم کے سر ہے۔ یہ وہ لڑکے ہیں جو اس ناچیز سے گہرا دلی ربط رکھتے ہیں اور محبت کے جذبہ سے سوچتے ہیں کام کرنے کا حوصلہ اور بہت کچھ بننے کا عزم رکھتے ہیں اللہ رب العزت ان سب کو اور ان کے معاونین کو ترقیات درجات و مراتب سے نوازے آمین۔

اخیر میں اپنے مدرسہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد اصغر صاحب قاسمی اور شعبۂ قرأت و تجوید کے صدر نشین قاری وثیق الرحمن نعمانی مفتاحی کا بطور خاص تذکرہ بھی کروں گا یہ حضرات برابر میری تقاریر کو شائع کرانے کی رائے دیتے رہے ہیں اور خاص محبت و تعلق کا معاملہ کرتے ہیں۔ نیز تمام دیگر اساتذہ کرام میری ہمت افزائی سے دریغ نہیں کرتے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ضیاء الدین القاسمی الندوی
مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد مئو
۲۸ر جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ ۱۰ر اگست ۱۹۹۹ء

تقریظ

بقیۃ السلف نمونہ خلف حضرت مولینا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

زیرِ نظر کتاب جامعہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد مئو کے باصلاحیت استاذ جناب مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی کی ان تقریروں کا مرقع ہے جو موصوف نے جامعہ میں زیرِ تعلیم طلبہ میں تقریری ذوق بیدار کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً لکھ کر دی ہیں۔ احقر نے تعلیمی سال کے اختتام پر جامعہ منبع العلوم خیرآباد کے تقریری سابقہ میں بارہا شرکت کی۔ اور طلبہ کی تقریریں سننے کا موقع ملا، یہ خطابات زورِ بیان، طرزِ ادا کی خوش اسلوبی اور فصیح و بلیغ زبان وبیان کیساتھ قیمتی علمی وتاریخی مواد پر بھی مشتمل ہوتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ مولانا کی سابق تقریری مجموعوں کی طرح یہ مجموعہ بھی طلبہ کو میدانِ خطاب میں قابلِ رشک پیش قدمی کے لئے بہترین معاون ثابت ہوگا۔

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ

خادم طلبہ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۹ء

... Ahmad Al-Nadwi JAMIA ISLAMIA, MUZAFFAR PUR, AZAMGARH - U.P. (INDIA)

التاریخ ____________

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

محب گرامی مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی استاذ مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد مئو کو اللہ تعالیٰ نے تقریر وتحریر کا خاص ذوق بخشا ہے باہم درس وہم عمر ہونے کے باوجود میں بڑی فراخدلی سے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہم احباب ہی نہیں ہمارے اساتذہ کرام بھی ان کی زور بیانی وطلاقت لسانی کی تعریف کرتے تھے ان کی تقاریر کا انداز نرالا اور البیلا ہونے کے ساتھ ساتھ از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتا ہے۔ برادر محترم کی تقاریر سننے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ قسام ازل نے زور بیان کا وافر حصہ انہیں مبدأ فیض سے عطا فرمایا ہے، یہ سب کچھ ان کی فطری صلاحیت واستعداد کے ساتھ کثرت مطالعہ کی دلیل ہے۔ محب محترم جس طرح بسیار نویس ہیں اسی طرح کثیر المطالعہ بھی ہیں اور لکھنے کا عمدہ ذوق بھی ہے زمانہ طالب علمی ہی سے اردو عربی رسائل ومجلات میں ان کے مضامین شائع ہونے لگے تھے۔

درس وتدریس سے شغف کے ساتھ اپنے عزیز طلبہ کو بنانے سنوارنے اور ان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا شوق وجذبہ بھی ہے، ان کی تحریر کردہ تقاریر کے کئی مجموعے اب تک شائع ہوکر مقبول عام ہوچکے ہیں طلبۂ مدارس اور مقررین ان سے استفادہ کر رہے ہیں، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کے علمی ودینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی تصانیف سے امت کو فائدہ پہونچائے (آمین)

احمد لبید

۱۴ / ۲۰۱۲ء

صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ مظفرپور
اعظم گڈھ (یوپی)

RESIDENCE :- HAMDARD DAWAKHANA, MIRZAHADI PURA - MAU N.B. - 275101 (U.P.)

نعت پاک

کیا عرض کریں اے شاہِ اُمم اپنی جو شکستہ حالی ہے
چھوڑا ہے ترا رستہ ہم نے غیروں کی روش اپنالی ہے

بکھرا ہے عمل کا شیرازہ چہرے پہ نمائش کا غازہ
رنگین رِدا سے آرائش اس جسم کی خوب بڑھالی ہے

اندازِ رہائش بھی بدلا بدلی ہوئی پوشش ہے اپنی
غیروں کی معیشت اپنا کر خوش ہیں کہ یہی خوشحالی ہے

قرآں کی تلاوت شام و سحر پہلے تو ہوا کرتی گھر گھر
اب سازِ طرب محفل محفل گھر حسنِ عمل سے خالی ہے

گردابِ بلا میں کشتی ہے ہر سو ہے تلاطم خیز ہوا
اُمید کا سورج گہنایا اور رات بھی کالی کالی ہے

پیشی کے تصور سے اپنا دل رہتا ہے سہما سہما سا
عصیان وخطا از سرتا پا اللہ ہی ہمارا والی ہے

انجام سے دل گھبراتا ہے غیرت سے پسینہ آتا ہے
یہ عمر جو تہذیب نو سے ٹکسال میں ہم نے ڈھالی ہے

جی توڑ کے روئے ہیں عارف چہرہ ہوا فق نبضیں ڈوبیں
اب اللہ اللہ اللہ... اللہ ہی ہمارا والی ہے

از۔ ــــــ مولانا فضل حق عارف مفتاحی
مدرسہ منبع العلوم خیر آباد مئو۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلابی پہلو

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی من بعثہ اللہ

بشیرا ونذیرا وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔

برادرانِ اسلام! ——— سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابی پہلو کے موضوع پر آج کے جلسہ میں لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ✤ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

امام المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ وسیرِ مبارکہ کونسا گوشہ انقلابی نہیں، دنیا کے بڑے سے بڑے سیرت نگاروں نے جب رسول عربیؐ کے کسی گوشۂ زندگی پر کلام کرنے کے لئے قرطاس وقلم اُٹھایا اور بڑے سے بڑے خطیب نے جب سیرۃ النبیؐ کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ومعانی کا سہارا لیا تو آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ؎

بات نظر ک فی نظر ✤ مثل تو نہ شد پیدا جانا

برادرانِ ملت! ——— اسلئے ہماشما کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ کسی ایک گوشہ کو انقلابی کہیں، اور اس کو بیان کریں، آپ تاریخ وسیرت کی کتابیں اٹھاکر مطالعہ کریں اور روحانی، دینی، اخلاقی، تمدنی، دعوتی، اصلاحی سیاسی، حربی، علمی، قولی، تعلیمی، تربیتی، اصلاحی کسی بھی پہلو کو دیکھ لیں، ہر پہلو انقلاب آفریں ہے۔ مکمل و مدلل ہے۔ عیاں و بیاں ہے۔ نبوت ورسالت سے پہلے کی زندگی ہو یا نبوت ورسالت کے بعد کی زندگی ہو، جلوت وخلوت کی زندگی ہو یا سفر وحضر کی زندگی ہو۔ لین دین کا معاملہ ہو یا قول وفعل کا معاملہ ہو، اپنوں سے تعلقات کا معاملہ ہو یا غیروں سے معاملات کا مسئلہ ہر لحاظ سے سیرۃ النبیؐ کامل واکمل ہے جامع واشمل ہے۔

برادرانِ اسلام ——— دنیا میں بڑے بڑے لیڈر پیدا ہوئے، نامور حکمراں پیدا ہوئے، بےمثال قائدین نے جنم لیا کسی نے سیاسی انقلاب برپا کیا، کسی نے اقتصادی انقلاب برپا کیا، کسی نے فکری انقلاب برپا کیا کسی نے تمدنی انقلاب برپا کیا۔ لیکن صرف محمد عربی نبی امی رسولِ ہاشمیؐ کی ذاتِ رحمت ہے جس نے ہر اعتبار سے جامع ترین انقلاب برپا کیا۔ ایسا مکمل انقلاب جسنے قدریں بدلدیں۔ خصلتیں بدلدیں۔ عادتیں بدلدیں۔ عقائد بدل دیئے۔ افکار بدلدیئے۔ خیالات بدلدیئے۔ رجحانات بدلدیئے۔ تصورات بدلدیئے، زندگی کا معیار بدلدیا۔ تاریخ کا رخ بدلدیا۔ بلکہ فطرت وطبیعت

بدل دی۔ اور وہ بھی تیئس ۲۳ سال کی قلیل مدت میں جبکہ انقلاب پیدا کرنے کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ مگر انقلاب محمدی، ربانی انقلاب تھا، آسمانی انقلاب تھا، قرآنی انقلاب تھا، ایمانی انقلاب تھا۔ اپنی سرعت و تاثیر میں بے مثال اپنی طاقت و وسعت میں بے نظیر۔

برادرانِ ملت ——— آپ ذرا اس ماحول اور اس معاشرہ کا جائزہ لیجئے، جہاں اللہ رب العزت نے اپنے سب سے محبوب و مقبول، صادق و مصدوق، حامد و محمود صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجِ منیر بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ کیسے بگڑے ہوئے ننگ انسانیت افراد کا معاشرہ تھا، ضلالت و گمراہی، جہالت و شقاہت و دنایت و رذالت قباحت و شناعت کا سماج تھا۔ شراب نوشی عام تھی، قتل و غارت گری کا مزاج تھا۔ قمار بازی کا دَور دورہ تھا۔ وحشت و بربریت کا ماحول تھا۔ فسق و فجور کی فضا تھی، ظلم و استبداد کا رواج تھا۔ اخلاقی و روحانی گراوٹ انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ انسانیت سوزی، مردار خوری، فحشکاری، بہتان تراشی۔ افتراء پردازی، عصمت دری، اصنام پرستی، بد کرداری، ڈاکہ زنی، چوری چکاری فتنہ انگیزی کی سوسائٹی میں انسانی درندے رہتے تھے۔ جو اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اپنے بھائیوں کو قتل کرنا بہادری گردانتے تھے۔ اپنی ماؤں سے شادی کرنا تہذیب سمجھتے تھے۔ کونسی برائی تھی جو ان میں موجود نہ

تھی۔ کونسی خباثت تھی جو نہیں پائی جاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ پورا معاشرہ جہنم کے دہانے پر تھا۔ ہلاکت سے دوچار ہونے والا تھا۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ (الآیۃ) کے ذریعہ عربوں کی تباہ حالی کو بیان کر دیا گیا ہے۔

برادرانِ اسلام! ——— مگر اللہ تعالےٰ کو اپنی رحمت وقدرت کا کرشمہ دکھانا تھا۔ سڑے ہوئے ناکارہ معاشرہ کو دنیا کا سب سے صالح مثالی معاشرہ بنانا تھا۔ فاسد میٹریل سے سب سے زیادہ بہترین سامان تیار کرنا تھا۔ لہذا ضلالت وجہالت سفاہت وشقاوت کی تاریکی میں ایمان کا نور جگمگایا۔ شرک وکفر کے ریگستان میں توحید کی بہار آئی، وحشت وشیطنت درندگی وسباعیت کی دَل دَل میں انسانیت وشرافت کا گلاب کھلا۔ ظلم وبربریت کی زہریلی فضا میں اخوت ومحبت کی مشکبار ہوائیں چلیں۔ عدل وانصاف کا پیغام گونجا۔ خود غرضی ونفس پرستی کے ماحول میں خداشناسی وحق پرستی کا اعلان سنائی دیا۔ یعنی رسول عربی محمدؐ کی بعثت کے ذریعہ ایک نئے انقلاب کا نقارہ بجادیا گیا۔ جس کی آواز نے ایوانِ باطل میں لرزہ پیدا کر دیا۔ مدتوں سے سوئی انسانیت نے زندگی کی نئی کروٹ لی۔ ذلت ورسوائی کی چادر میں لپٹی ہوئی چادر نے سر نکالا۔ نخوت وانانیت کی راکھ میں دبی ہوئی محبت وبھائی چارگی کی چنگاری میں شدت پیدا ہوئی۔ انسانیت کی سوکھی ہوئی

کھیتی پر رحمت کی بارش ہوئی اور وادئ بطحا کے سناٹے میں خلوص وللہیت سے لبریز درد سوز میں ڈوبی ہوئی ایک آواز بلند ہوئی - یاایھاالناس قولوالا الٰہ الااللہ تفلحوا - یہ صدائے انقلاب تھی، ندائے توحید تھی۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جسنے ساری ہلادی

برادران ملت :-

یہ اعلانِ حق جو اللہ کے آخری رسول محمد عربیؐ نے کیا تھا۔ ایک نئے دور کا آغاز تھا - ایک نئی تاریخ کی شروعات تھی۔ ایک نئے عہد کی ابتدار تھی - ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔ ضلالت وجہالت اور کفر و ظلمت کے اندھیرے میں ایمان و توحید کا ایک نیا سورج طلوع ہورہا تھا۔ مردہ انسانیت کو حیاتِ نو عطا ہونے والی تھی۔ حق و باطل کی کشمکش کی ایک نئی کہانی مرتب ہونے والی تھی۔

برادرانِ اسلام :-

تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے اسلئے کہ سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر بیشمار کتابیں ہیں۔ سیرت النبیؐ کا ہر پہلو روشن آفتاب کی طرح ہے اس لئے صرف میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ دُنیا نے رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی انقلابی دعوت کی انقلاب آفرینی

کا مشاہدہ کیا کہ وہی صحرا نشیں، شتر سوار لیٹرے جو تہذیب تمدن سے نابلد تھے۔ محبت و مساوات کے جذبے سے عاری تھے۔ اخلاق و کردار کی دولت سے محروم تھے۔ پیار و محبت کے احساس سے ناواقف تھے۔ جب نئے توحید سے سرشار ہو کر دربارِ رسالت کے حاضر باش بن گئے۔ لات و ہبل کے سامنے جھکنے کے بجائے خدائے واحد کے آگے سر بسجود ہو گئے۔ نفرت و عداوت سے نکل کر محبت و اخوت کے بندھن میں بندھ گئے تو اللہ تعالےٰ نے انکے نجوم ہدایت بنا دیا۔ جہانبانی و حکمرانی کا نمونہ بنادیا۔ رحمدلی و فاشعاری، خداشناسی کا نمونہ بنادیا۔ صلاح و تقویٰ کا پیکر بنادیا۔ اتحاد و انفاق کا پیکر بنادیا۔ سیاست و سیادت، حکومت و قیادت کا نمونہ بنادیا۔ ان کو انسانِ کامل بنادیا ان کی زندگی کا رُخ بدلدیا۔ سوچنے کا انداز بدل دیا۔ اسلام نے ان کی شخصیت بدلدی۔ رسول اللہؐ کی تربیت نے ان کی فطرت و طبیعت بدل دی۔ رہزن راہ بر بن گئے۔ گمراہ منارۂ نور بن گئے۔ جاہل معلم انسانیت بن گئے۔ خونخوار انسانیت کے پاسبان بن گئے، بد دیانت امانتدار بن گئے۔ شتر سوار قوموں کے رہنما بن گئے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ ہمہ گیر انقلاب پائیدار انقلاب تھا۔ ایسا انقلاب جس نے ہر فرد کو انقلاب آفریں بنادیا۔ ایک ایک فرد نے نسلوں کی اصلاح کر دی۔ ایک ایک صحابی رسول نے پورے پورے علاقے کی اصلاح کر دی۔ قوموں کی تاریخ بدل دی، امتوں کی زندگی بدلدی۔ اور یہ زندگی عارضی نہیں تھی۔ جبری نہیں

تھی۔ بلکہ عمل وکردار نے انقلاب پیدا کیا۔ اخلاص واخلاق نے انقلاب پیدا کیا۔ صلاح وتقویٰ نے انقلاب برپا کردیا تھا۔ آپ تاریخ دیکھیں، سیرت رسولؐ، سیر صحابہؓ کا مطالعہ کریں، حقیقت منکشف ہوجائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

امّا بعد! فقد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدھم اھتدھم ۔

ترجمہ :- میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جن کسی کی بھی اقتدار کروگے ہدایت پاجاؤگے ۔

معزز سامعین ! ——— میں آپ حضرات کے سامنے مختصر تقریر کروں گا۔ لیکن میں حیران ہوں کہ گلشنِ محمدی کے کس پھول کی کس پر روشنی ڈالوں۔ ہر پھول، ہر کلی کی ایک نرالی شان ہے، ایک انوکھی خوشبو ہے، ہر ایک کی امتیازی شان ہے، کیا ابوبکر صدیقؓ کی ہستی کو موضوعِ بحث بناؤ جنکو ثانی الاثنین کے خطاب سے نوازا گیا۔ اور جن کی صفت رحم پر رسولِ خدا کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ ارحم امتی یا امتی ابوبکر

یا عمر بن الخطاب کی شان میں لب کشائی کروں جنکو رسول نے واشد هم بامر اللہ عمر سے یاد کیا۔ اور فرمایا لا نبی بعدی ولو کان بعدی نبی لکان عمر۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ یا عثمان بن عفان کی شخصیت پر روشنی ڈالوں جو کہ ذوالنورین تھے۔ جنکو واحیاهم عثمان کہ میری امت میں سب سے زیادہ باحیا عثمان بن عفان ہیں۔ اور یہی نہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ کہہ کر صحابہ سے بیعت لی تھی۔ اور جنکی سخاوت و ایثار کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اگر عثمان اس کے بعد کچھ بھی عمل نہ کریں تو سخاوت ہی کافی ہے۔ یا آپ حضرات کے سامنے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب بیان کروں جن کی شان میں حبیب کبریا نے واتقاهم علی کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ متقی علی ہیں فرمایا۔ اور ایک روایت تو بہت مشہور ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کہ میں علم شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اور بھی بیشمار احادیث صحیحہ خلفاء راشدین کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ تو جب میں اصحاب رسول کی پاکیزہ جماعت پر نظر ڈالتا ہوں اور ان میں سے کسی ایک کی سیرت بیان کرنے کا عزم کرتا ہوں تو میری زبان گنگ رہ جاتی ہے۔ سر نیاز خم ہو جاتا ہے، سرمایۂ حیات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

برادرانِ ملّت ! ——————— تو آیئے

دانشکدۂ رسول اور دربار رسالت کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام کی سیرت پر اجتماعی نظر ڈالتے ہیں۔ اور کسی ایک کے بجائے تمام صحابۂ کرام کی ایمان افروز زندگی پر گفتگو کرتے ہیں۔

ھمدردانِ ملتِ بیضا! ——— اگر آپ اصحاب النبی رضی اللہ عنہم کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے آرزومند ہیں۔ تو آپ کے لئے یہی کافی ہوگا کہ سیرتِ نبیؐ کا مطالعہ کیجئے کیونکہ صحابہ کرامؓ حیاتِ رسول کے عکسِ جمیل تھے۔ انھوں نے اپنے قلوب و دماغ میں رسولِ عربیؐ کے اقوال و کردار، رفتار و گفتار کو جذب کر لیا تھا۔ ان کی زندگی کے لمحات مستعار تھے۔ رحمتہ للعالمین کے لمحات زندگی سے!

عاشقانِ شمع رسالتؐ! ——— آپ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبل از اسلام کی زندگی کا بعد از اسلام کی زندگی سے موازنہ کیجئے آپ قلب ماہیئت اور تبدیلیٔ فطرت کی ایک انقلابی تاثیر پائیں گے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ رسولِ خدا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ساز انقلاب آفریں شخصیت نے ایک ایسی مثالی جماعت تیار کر دی جسکا ہر فرد طاعت و بندگی کا پیکر اور انسانیت و شرافت کا نمونہ تھا۔

یہی وہ لوگ تھے جو آفتاب و رسالت کی نورانی کرنوں۔ اور ماہتاب

رسالت کی پاکیزہ شعاعوں سے مستفیض ہونے سے پہلے ایسے افراد تھے۔ جن کے وجود پر انسانیت بھی ماتم کرتی ہے اور جن کے نام سے درندے بھی شرم کرتے تھے۔ اصنام پرستی، شراب نوشی، فرقہ بندی، غارت گری، خون ریزی عصمت دری، زناکاری، بداعمالی، قمار بازی، مطلب براری، نفس پرستی سود خوری کے ماحول میں رہنے والے، یہ انسان انسانیت کی حدیں پار کر چکے تھے۔ اور ظلم و بربریت، قبائلی نخوت اور خاندانی انانیت کی لعنت میں گرفتار تھے۔ مردار خوری کے عادی تھے۔ توحید و ایمان کی لذت سے ناآشنا شرک و کفر کی دلدل میں پھنسے جا رہے تھے، لیکن اسلام ایک روح پرور حیات آفریں پیغام بن کر آیا اور محمد بن عبد اللہ محسنِ انسانیت بن کر مبعوث ہوئے تو انسانیت کی سوکھی کھیتی میں جان پڑی، اور دیکھتے ہی دیکھتے عربوں کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا: تاریکی سے روشنی کی طرف، شرک سے توحید کی طرف، کفر سے ایمان کی طرف، بہیمیت سے انسانیت کی طرف، ظلم سے انصاف کی طرف، شقاوت سے سعادت کی طرف، ضلالت سے ہدایت کی طرف ایک تاریخی انقلابی سفر کا آغاز ہوا، یہ ایک حیرت انگیز سفر تھا۔ یہ عربوں کی فطرت و سیرت کی تبدیلی کا سفر تھا۔

معزز سامعین! ——— یہی عرب اسلام کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔ اور وحدت و محبت کے سیسہ

پلائی دیوار بن گئے۔ اپنی ذات کے لئے لڑنے مرنے والے۔ ایمان کی سعادت سے بہرور ہو کر اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑنے لگے۔ جو ڈاکو تھے وہ راہ بر ہو گئے۔ جو یتیموں، بیواؤں کا مال کھا جاتے تھے۔ تربیت گاہ رسول سے نکل کر یتیموں کے سرپرست بن گئے۔ جو جہالت کی تاریکی میں تھے۔ وہ قرآن کی بدولت علم و فن کے طالب ہو گئے۔ جو شراب کے عادی تھے۔ وہ شراب کے دشمن بن گئے۔ جو سود خور تھے وہ سود کے مخالف ہو گئے۔ جو بُت تراشتے تھے وہی بتوں کو توڑنے لگے۔ جو مسجدیں ویران کرنے والے تھے وہی مسجدوں کو آباد کرنے لگے۔ جو رسولِ خدا کے دشمن تھے۔ وہی عاشقِ رسول ہو گئے۔ جو محسنِ انسانیت کو قتل کرنے چلے تھے۔ وہی رحمت عالم کے لئے سر کٹانے لگے۔ جو نہیں جانتے تھے کہ عبادت و بندگی کیا ہے؟ توحید و ایمان کیا ہے؟ اخلاق و مروت کیا ہے؟ وفاداری و جاں نثاری کیا ہے؟ وہی افراد مشعل ہدایت بن گئے۔ منبع سعادت بن گئے۔ مرکز فلاح بن گئے۔ محورِ شرافت بن گئے۔ اور وہی عرب جو کل تک نفرت و عداوت کے خوگر تھے۔ اسلام لا کر درسِ مساوات دینے لگے۔ جو اختلافات کے شکار تھے۔ وہ اتحاد و اتفاق کے علمبردار بن گئے۔ یہاں تک کہ قرآن نے انہیں عربوں کو ایمان لانے کے بعد۔ انما المومنون اخوۃ۔ بیشک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، کے تحفہ سے نوازا۔ قرآن نے انہیں صحابہ کو اشداء علی الکفار

ورحماء بینھم ، کی صفات والا بتایا۔ کہ اپنوں کے لئے پھول صفت اور باطل کے لئے تیغ فشاں۔ یہی جاہل عرب اب اصحاب رسولؐ بن کر نجوم ہدایت بن گئے۔ اور آج تک اس پاکیزہ باکمال جماعت انبیاء کو چھوڑ کر کسی قوم میں تیار نہیں ہوئی خداوند کریم نے صحابہ کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم ۔ اگر اللہ پر وہ لوگ ایمان لائیں تمہاری طرح۔ یہی صحابہ شریعتِ اسلامیہ کے امین بنے۔ قصر اسلام کے پاسبان بنے۔ آسمان ہدایت کے ستارے بنے۔ ان کی پیروی کے بغیر ایمان ناقص ان کو معیار بنائے بغیر اسلام ناقص۔ انکے طریقے سے ہٹنا گمراہی۔ ان پر تنقید کرنا بربادی۔ ان کا دامن چھوڑنا بدبختی، ان کو حقیر سمجھنا بدعقیدگی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ خدائے دوجہاں نے ان کو اپنی رضا سے نوازا ہے۔ اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکٹ عطا کر دیا ہے۔ جنت کی بشارت دی۔ جہنم سے نجات کی خوشخبری سنائی ہے اور اللہ کے حبیب ومحبوب شفیع المذنبین نے اپنے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے کو جرم عظیم کہا ہے۔ اللہ اللہ فی اصحابہ، لا تتخذ وھم غرضا من بعدی۔ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں۔ ان کو میرے بعد ہدف ملامت مت بنانا، طعن وتشنیع کے تیر مت چلانا، استہزاء مت کرنا۔ تبرا بازی میں مبتلا نہ ہونا۔ ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔ ان کا راستہ میرا راستہ ہے۔ میرا راستہ ان کا راستہ ہے۔ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے، انکا دامن

تھامنے والے صراط مستقیم پر گامزن ہونگے۔ ان کے راستہ سے ہٹنے والے گمراہ ہوں گے۔

براداران اسلام! ——— اگر آپ طاعت وبندگی۔ ہمدردی وغمگساری، وفاداری وجاں نثاری، للّٰہیت وفدا کاری محبت الٰہی، محبت رسول، اخوت ومساوات، محبت ومودت، بھائی چارگی وصلہ رحمی، شب بیداری تہجد گذاری، جہاد فی سبیل اللہ فنا فی اللہ الحب للّٰہ البغض للّٰہ، الاعطاء للّٰہ، صلاح وتقویٰ، رشد وفلاح، استغفار واذکار نوافل واوراد، سخاوت وایثار، دیانت وامانت، نیک بختی، خوش قسمتی کو جمع کریں، ان کا خمیر تیار کریں اور ان سب کو ملاکر صورتیں تشکیل دیں تو وہ صحابہ کرامؓ کی صورتیں ہوں گی۔ ایسے تھے وہ صحابہ کرامؓ جن پر ہم ناز کرتے ہیں۔ اور جو خیر الخلق بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ یہ تھی اصحاب رسول کی سیرت، یہ تھا اصحاب رسول کا کردار، یہ تھا اصحاب رسول کا مقام ومرتبہ۔ یہ تھا اصحاب النبیؐ کا منصب، یہ تھا اصحاب النبی کا مرتبہ یہ تھا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کی زندگی عملی نمونہ تھا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عصرِ حاضر میں دعوت و تبلیغ کا اسلوب و انداز

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ الی یوم الدین۔

امّا بعد! فقد قال اللہ۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ وقال فی موضع آخر۔ ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔

معزز سامعین! ــــــــــــ میں مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ کی روشنی میں چند منٹ دعوت و تبلیغ کے اسلوب و بیان پر گفتگو کرونگا۔ اُمید کہ میری معروضات کو گوشِ قلب سے سُنا جائیگا۔ گرچہ میں اس حقیقت کو خوب جانتا ہوں کہ میدانِ خطابت کیا ہے کہ:

ابھی میں طفلِ مکتب ہوں نہ واعظ ہوں نہ فرزانہ
صدا یہ دل میں گونجی ہے سنا دوں حق کا پروانہ

برادرانِ اسلام! ــــــــــــــــ اسلام کی ابدیت واکملیت اور سلسلۂ رسالت و نبوت کے اختتام و اتمام کا فیصلہ ہوتا ہے۔ تو اللہ نے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ نیز ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ جیسی جامع و مؤثر آیات کے ذریعہ صادر فرمایا ہے۔ لہٰذا اسلام کے بعد نہ کوئی دوسرا دین و مذہب آئے گا۔ اور نہ رحمت عالم محسن انسانیت، ہادی برحق، آفتاب رسالت ماہ نبوت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہوگا۔ آپ کی ذات رسول کامل ہے اور دینِ اسلام آخری وابدی دین ہے۔

عزیزانِ ملت! ــــــــــــــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا روحانی سلسلہ جس مقصد کے لئے جاری فرمایا ہے اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ بندگان خدا کی ہدایت کا جو کام شروع ہوا تھا۔ تو اس مقصد اور کام کا سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ انبیاء نہیں آئیں گے مگر انبیاء کا مشن جاری رہے گا۔ رُسُل نہیں بھیجے جائیں گے مگر دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کیا جاتا رہے گا۔ اور اب یہ کام اُمت اسلامیہ کے سپرد ہوا ہے۔ علماء اسلام کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء کا مژدہ جانفزا اس سے علماء اسلام کو نوازا گیا ہے اور کنتم

خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر.
کے تحفہ امتیاز و فضیلت سے اُمت محمدیہ کو سرفراز کیا گیا ہے۔

بزرگانِ اسلام!

اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی توحید و ایمان، اور صراط مستقیم، وعمل صالح کی دعوت دینا اور شرک وکفر، جہالت و ضلالت کے خلاف آواز بلند کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے کچھ آداب و قوانین، اور اصول و ضوابط ہیں۔ ایک داعی اللہ کو کن کن صفات سے متصف ہونا چاہئے۔ اور دعوت و تبلیغ کا کیا اسلوب و انداز ہونا چاہیئے۔ ان تمام امور سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ تاکہ بندگانِ خدا کو زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدہ پہونچے اور وہ اپنے خالق و معبود کی کبریائی جلالت۔ الوہیت و وحدانیت کے سامنے سربسجود ہوکر حق بندگی و تابعداری بجالائے۔

همدردانِ ملت!

آج سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ دور اور متمدن دنیا کے سامنے دعوت و تبلیغ کا اسلوب و انداز کیسا ہونا چاہئے۔ اسلئے کہ ایام وادوار بدلتے ہیں۔ تو اذہان و افکار اور خیالات و نظریات میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات کسی ایک علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا رہن سہن، غور و فکر اور سوچنے سمجھنے

کا اندازہ مختلف ہوتا ہے۔ تو داعیان اسلام، قرون ماضیہ اور ازمنہ وسطی کا ہی اسلوب و انداز باقی رکھیں۔ یا سائنس کے دور میں سائنسی نظریات و ایجادات اور عصر حاضر کے اذہان و افکار کے مطابق اپنا انداز بیان اور اسلوب دعوت کو بھی تبدیل کریں، یہ بہت ہی نازک سوال ہے اس کو حل کرنے کے لئے ہم کو غور و تدبر سے کام لینا پڑے گا۔ اور اس سوال کا کوئی واضح حل تلاش کرنا پڑے گا۔

برادرانِ ملت!

جدید دنیا کے جدید مفکرین اور دانشورانِ قوم و ملک اپنی جدیدیت اور تعلیمات اسلام کی حقیقت سے ناواقفیت کی بناء پر جس قسم کا سوال چاہیں پیدا کریں۔ مگر قرآن کریم کی روح پرور تعلیمات پر گہری نظر رکھنے والوں کے نزدیک دعوت و تبلیغ کے اسلوب و انداز کے بدلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے داعیان اسلام کو ایک ایسا جامع و مکمل ضابطہ و اصول بنا دیا جس کی اثر آفرینی نہ گردش ایام سے متاثر ہو سکتی ہے نہ ادوار کی تبدیلی سے۔ اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دعوت و تبلیغ، اصلاح و تربیت تعلیم کتاب و حکمت۔ اور تزکیہ قلب کے لئے مبعوث فرمایا تو دعوت و تبلیغ کا ابدی ضابطہ بھی بیان کر دیا۔

ارشاد باری ہے:- ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن -

اے رسول! لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور بہترین خیر خواہانہ کلام کے ساتھ بلایئے اور جب لوگ آپ سے بحث و تکرار کریں تو انسے اچھے طریقے پر مدلل بحث کیجئے -

بزرگانِ ملّت!

معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ کا رسالتی اسلوب یہی ہے - دیکھئے مخاطب کو نرم و شیریں انداز میں خطاب کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور دعوت و تبلیغ میں خیر خواہی کا جذبہ ہونے کی بات بتائی جا رہی ہے کہ تبلیغ و دعوت سے ریاکاری مقصود نہ ہو، قابلیت جتلانا اور اپنے آپ کو فائق و ممتاز بنا کر پیش کرنا مطلو نہ ہو- اور اسی طرح اس راہ میں معترضین و مخالفین سے بھی سابقہ پڑے گا- لہٰذا ان کے اعتراضات کو مدلل انداز میں دور کرنا- ان کے بامقصد سوالات کا صافی و مسکت جواب دینا کہ وہ حق کو تسلیم کرنے پر راضی ہو جائیں- ایک داعی کے لئے ضروری ہے اور دعوت و تبلیغ کا یہ انداز ہر دور میں مؤثر ہے ہر زمانہ کے لئے کار آمد ہے- کیونکہ چاہے زمانہ بدل جائے- حالات تبدیل ہو جائیں- اذہان میں تغیر پیدا ہو جائے افکار و نظریات میں تبدیلی آجائے- مگر ہر شخص کو نرم گفتاری، شیریں کلامی، خیر خواہی کے جذبات اور ہمدردانہ بول سے

متاثر ہونا پڑے گا۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت وطبیعت ہے، ہاں ایسے بھی افراد ملیں گے جو پتھر دل ہوں گے۔ بے حس ہونگے۔ تو پھر ایسے لوگوں پر نہ کسی نبی مبعوث کا کلام اثر کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی طاقت سوائے اللہ کے۔ ان کے دلوں میں گداز پیدا کرسکتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

برادران اسلام!

اگر ہم دعوت و تبلیغ کے بارگراں کو اٹھانے والے ہیں، اور عصر حاضر میں خدا کا پیغام دنیا والوں کو سنانے کا عزم وحوصلہ رکھتے ہیں تو ہم کو اسی قرآنی اسلوب کو اختیار کرنا پڑے گا۔ پھر دیکھئے گا کہ یہ کام کتنی تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ اور پھیلتا ہے بس ہمت ومحنت کی ضرورت ہے اور دعوت و تبلیغ کا منصب سنبھالنے والوں کا جو مقام ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔ کہ اس سے زیادہ بہتر بات کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور خود بھی اچھے کام کئے اور کہا کہ میں تابعدار ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک داعی کا باعمل باکردار ہونا ضروری ہے تاکہ اسکے قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو مخلص داعی بنائے۔ اور خدمت اسلام کی توفیق دے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد! فقد قال اللہ تبارك وتعالےٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔

صدر جلسہ اور سامعین کرام!

میں آج کی اس مُبارک مجلس میں اس بات کا جائزہ پیش کروں گا کہ اسلام دنیا میں کس طرح پھیلا؟ اس لئے اسلام دشمن طاقتیں پوری شدت کے ساتھ دعویٰ کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے تلوار کی طاقت سے دنیا کی مختلف قوموں کو اسلام میں داخل کیا ہے، مفتوح قوموں پر جبر و تشدّد کیا اور ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مسلمان فطری طور پر شدت پسند ہیں وہ اپنے دین کو پھیلانے میں ہر قسم کا ظلم وستم جائز رکھتے ہیں۔ اور نہ جانے کتنے اعتراضات پورے شد و مد کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ مگر پھر بھی اپنے مقصد میں ناکام

ہیں۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ ہیں۔ اسلام کے بڑھتے قدم کو روکنا اور یورپ و امریکہ میں اس کے مثبت اثرات کو ختم کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کے دباؤ گے۔

برادرانِ اسلام!

حدیث پاک ہے۔ بدأ الاسلام غریبًا سیعو رغریبًا۔

اسلام کی شروعات غربت سے ہوئی اور غربت کی حالت میں یہ واپس آجائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اسلام کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا اس وقت ہر طرف شرک و کفر کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسلام کا پیغامِ توحید سُننے کیلئے کوئی تیار نہ تھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اعلان توحید پورے عرب میں طوفان بر پا کر رہا تھا۔ مخالفت کی آندھیاں چلنے لگیں۔ عداوت و نفرت کے تیر برسنے لگے نفرت کی آگ دہکنے لگی، سازشوں کا جال بچھ گیا پھر بھی اسلام لوگوں کے دلوں میں اترتا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ داعی اسلام کے پاس نہ طاقت تھی نہ قوت۔ نہ افراد تھے نہ وسائل، حرب ضرب۔ تن تنہا ایک ذات اللہ کا پیغام لوگوں کو سُنا رہی تھی۔ یہ اسلام کی حقانیت و اثر آفرینی دلوں میں اتر جانے کی صلاحیت تھی کہ جسنے اس کے پیغام کو سنا اور غور و فکر کیا تو اسلام کی آواز اس کے دلوں کی آواز تھی ۔انسانیت کی سربلندی

کی آواز تھی، عبد و معبود کو ملانے کی آواز تھی، عدل و مساوات کی آواز تھی۔ اخوت و محبت کی آواز تھی۔ اسلام کا پیغام رحمت و برکت کا پیغام تھا۔ وحدت و مودت کا پیغام تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس پیغام کو قبول کیا۔ بغیر کسی جبر کے، بغیر کسی دباؤ کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں نے تلوار کا سہارا نہیں لیا۔ ہاں ان کے دشمنوں نے تلوار استعمال کی، جنگ کی، لڑائیاں لڑیں۔ مگر ناکام رہے اس لئے کہ حق بہرحال حق ہے۔ باطل بہرحال باطل ہے۔ اور اور جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کا خدائی اعلان پورا ہوا۔ اسلام پھیلا اور پھیلتا گیا۔ مسلمانوں نے دنیا کے جن علاقوں کو فتح کیا تو وہاں کے لوگ مسلمانوں کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ عدل و انصاف، اخوت و مساوات کی وجہ سے اسلام قبول کیا اس لئے کہ عیسائی و مجوسی و ظالم حکمرانوں کے ظلم و استبداد سے عاجز ہو چکے تھے۔ اب وہ جانوروں، حیوانوں کی زندگی سے اکتا چکے تھے۔ اسلام کی شکل میں ان کو ایک فطری نظام ملا تھا۔ جس میں تمام انسان برابر ہیں۔ حاکم و محکوم، امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں۔ یہ کسی ظالم کو ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔

برادرانِ اسلام!

مسلمانوں نے بیشک تلوار اٹھائی ہے، اور دشمنوں کو تہہ تیغ

کیا۔ لیکن یہ کون لوگ تھے ؟ یہ وہ لوگ تھے ۔ جنھوں نے خدا کی زمین پر فتنہ و فساد برپا کر دیا تھا۔ انسانیت کو پامال کر دیا تھا۔ شرک و کفر کے پیامبر تھے۔ لات و ہبل، صلیب و زنار کے پجاری تھے۔ جب انھوں نے اسلام کو ختم کرنے خدا کے قانون کو توڑنے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے ان کو نیست ونابود کر دیا۔ اسلئے کہ اسلام کبھی اجازت نہیں دے گا کہ اللہ کی زمین پر ظلم و بربریت کا ماحول پیدا کیا جائے۔ کوئی انسان۔ انا ربکم الاعلیٰ ۔ کا دعویٰ کرے۔ اور آج وہی لوگ اسلام کو دہشت گردوں کا مذہب کہتے ہیں، جو انسانیت کو اپنے پیروں تلے روندنا چاہتے ہیں۔ من مانے طریقہ پر رہنا چاہتے ہیں ۔ بیشک اسلام ایسے لوگوں کے وجود کو گوارہ نہیں کرتا۔ اور اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے ۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔

ترجمہ :۔ اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہ جائے فساد اور ہو جائے سب حکم اللہ کا ۔

لیکن اسلام میں کسی کو جبری طور پر داخل کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے ۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کا صاف اعلان ہے ۔ مگر جو اسلام میں غور و تدبر کے بعد اپنی رضا، وخوشنودی سے داخل ہوگا اس کو اسلام کے قوانین کو ماننا پڑے گا ۔ اس سے انحراف بغاوت ہوگی ۔ اور جب کوئی ملک اپنے باغیوں کو نہیں بخشتا ہے تو یہ کیوں امید کی جاتی ہے کہ

اسلام اپنے باغیوں کو معاف کردے ۔ سلمان رشدی اور تسلیم نسرین جیسے افراد کو معاف کردے ۔ کبھی نہیں، ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا۔

برادرانِ ملت!

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کرۂ ارض کے طول وعرض میں ۔ اپنے عادلانہ نظامِ زندگی ۔ اور مساویانہ حقوق، روح پرور تعلیمات اور حیات آفریں پیغامات کی بدولت پھیلا ہے ۔ لیکن جب نگاہوں پر تعصب ونفرت اور بغض وعداوت کی عینک چڑھی ہو تو پھر دشمنانِ حق کو اسلام کی خوبیاں کیسے نظر آئیں گی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مجاہدینِ اسلام جہاں بھی گئے اور جن علاقوں کو بھی فتح کیا وہاں انہوں نے اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا ۔ وہ قومیں جو قیصر وکسریٰ کے تابع تھیں۔ وہ قومیں جو سندھ واسپین کے حکمرانوں کے دست نگر تھیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ خود اپنے بادشاہوں، امیروں، سرداروں کے ظلم وستم کا شکار تھیں ۔ ان کے حکمراں اپنی عیش پسندانہ زندگی کے لئے عوام پر بے تحاشہ ٹیکس لادتے تھے ۔ ان کے ساتھ بیگانوں کا معاملہ کرتے تھے حیوانوں جیسا سلوک کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے زمیندار اپنے وقت کے فرعون وہامان بن گئے ۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان تمام ملکوں کو فتح کیا۔ تو انسانیت نوازی، عدل گستری، رعایا پروری، اور مساوات کا ایسا سلوک کیا، ایسا برتاؤ کیا کہ مفتوح قومیں ان کے بلند اخلاق اعلیٰ کردار

کی گرویدہ ہو گئیں، اور بغیر کسی جبر و قہر، ظلم و ستم کے آغوشِ اسلام میں پناہ لینے لگیں۔ ہر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ مسلمان وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں ایمان کا نور اس کی رضا و رغبت سے داخل ہو گا۔ اگر کسی پر ظلم کر کے جبر کر کے زبان سے کلمۂ توحید کہلوا دیا گیا تو اس پر مسلمان کا اطلاق نہیں ہو سکتا پھر کیونکر ممکن ہے کہ مجاہدینِ اسلام یا داعیانِ حق کسی کو جبریہ مسلمان بنائیں۔ ہاں مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو لوگوں پر دیانتداری سے پیش کیا۔ اور اسلامی نظامِ زندگی کا عملی نمونہ پیش کیا۔ وہ جو کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے حق پسندی، دینداری، تہجد گذاری، اطاعت شعاری، وفاداری، ہمدردی وغمگساری، عفت و پاکدامنی، انصاف پسندی، عدل پروری، میانہ روی اتحاد و اتفاق، انسانیت نوازی کے پیکر بن کر انھوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ حق کو فروغ دیا ہے۔ ورنہ اگر اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہوتا تو مغلوب قومیں ذرا سی بھی طاقتیں پاتیں اسلام سے پھر جاتیں اور اپنے سابقہ دین میں لوٹ جاتیں۔ لیکن ایک واقعہ بھی تاریخ میں ایسا نہیں کہ اجتماعی طور اسلام قبول کرنے والوں نے اجتماعی طور پر ارتداد کو اختیار کیا ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

اسلام

خدا کا آخری دین ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین۔

امّا بعد! قال اللہ تعالےٰ: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔

محبان اسلام!

اللہ تعالےٰ نے اس دنیا کو تخلیق فرمایا۔ سرسبز پہاڑوں بل کھاتی ندیوں اُبلتے چشموں، لالہ وگل سے مزین کیا۔ وادیوں، قسمہا قسم کے جانوروں، پرندوں اور ٹھاٹھ مارتے سمندروں، اونچے اونچے درختوں، گلوں، بوٹوں سے اس زمین کو آراستہ وپیراستہ کیا۔ پھر اس میں اپنی سب سے پیاری...... محترم ومکرم مخلوق کو اپنا خلیفہ بنا کر آباد کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔

اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، بمشیت الٰہی سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق

ہوئی اور بحکمِ الٰہی اس دنیا میں انسانوں کو آباد کر دیا گیا۔ اسلئے کہ اس زمین کی تخلیق انسانوں کے لئے ہوئی تھی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ بیشک یہ دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو یعنی تم کو دنیا میں کچھ مدت تک زندگی گذارنی ہے، طاعت و بندگی، تابعداری و فرماں برداری سے بھرپور زندگی۔ کیونکہ تم کو اس حسین و جمیل دنیا میں بلاوجہ پیدا نہیں کیا گیا۔ بے سبب تم کو خلیفہ نہیں بنایا گیا۔ بلکہ تمہاری تخلیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ تم ذکر خدا سے دنیا کو آباد کرو۔ طاعت و بندگی کا عملی اظہار کرو۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. اور ہم نے انسان و جنات کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا۔

برادران ملت!

جب عبادت و بندگی، طاعت و فرماں برداری انسان کی تخلیق کا مقصد قرار پایا تو پھر اب ضروری ہوا کہ اس کو ایسے اصول و ضوابط بتائے جائیں جن کی روشنی میں وہ اپنا فرض ادا کرے۔ اسلئے کہ خیر و شر کو سمجھے بغیر عبادت و بندگی کے طریقوں کو جانے بغیر وہ حق عبدیت نہیں ادا کر سکتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا۔ اور ان پر آسمانی شریعت نازل فرما کر بندوں کو ایک راہ دکھا دی۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزماں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ جتنے بھی انبیاء و مرسلین آئے سب نے دین اسلام کی طرف بلایا۔ گرچہ ان کی شریعتوں کے نام مختلف تھے لیکن ہر ایک کی حقیقت اسلام تھی۔ کیونکہ اسلام کے معنی ہیں۔ خدا کے آگے جھکنے اور اپنے آپ کو رب العالمین کے احکام کے حوالے کر دینا۔ اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ۔ اسلم۔ تو انھوں نے فوراً سر اطاعت خم کر دیا۔ اور فرمایا۔ اسلمت لرب العالمین۔ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی۔ فلا تموتنّ إلا وانتم مُسلمون۔ یعنی تم ہر گز نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔

برادرانِ اسلام!

آسمانی شریعت کا سلسلہ جاری تھا۔ انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام آتے رہے دین کی اشاعت ہوتی رہی، اعلانِ حق ہوتا رہا، ضلالت و جہالت، شرک و کفر کی راہوں سے لوگوں کو بچاتے اور خدائے واحد کے سامنے بندوں کو جھکانے کا کام ہوتا رہا۔ حق و باطل کی معرکہ آرائیاں جاری تھیں۔ حق پرستوں اور باطل پرستوں میں کشمکش کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دور بھی آیا جبکہ فاران کی چوٹیوں سے اسلام کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا، اور کوہ صفا سے نعرہ توحید بلند ہوا۔ مکہ کی گلیوں میں سوز و گداز سے بھری ایک آواز سنائی دینے لگی۔ یایها الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ

تفلحوا۔ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے۔

برادران اسلام!

یہ کون تھا جو توحید و ایمان کا پیغام کفرستان عرب میں نشر کر رہا تھا۔ شرکستان عرب میں توحید کا نعرہ بلند کر رہا تھا۔ وہ خدا کا آخری رسول تھا۔ جو انسانیت کی سسکتی، تڑپتی روح کو حیاتِ نو بخشنے کے لئے آیا تھا۔ شرک و ضلالت کے تاریک ماحول میں سراج منیر بنکر آیا تھا۔ اور دنیا والوں کو خدا کا آخری پیغام سُنا رہا تھا۔ دین اسلام کی کاملیت و اکملیت، جامعیت و ابدیت کا اعلان کر رہا تھا کہ اے باطل خداؤں کو پوجنے والو! حجر و شجر کا سجدہ کرنے والو! ظلمت و ضلالت میں سجدہ کرنے والو! میں تمہارے لئے پیغامِ زندگی لایا ہوں نوید رحمت لایا ہوں۔ جنّت و مغفرت کی بشارت سنا رہا ہوں۔ خدائے واحد کے سامنے جُھک جاؤ، اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اسلام کے سایہ میں آجاؤ اسی میں فلاح و صلاح ہے۔ اب آخرت تک کے لئے کوئی راہ نہیں ہے۔ اسلام ہی ایک راستہ ہے، اسی کے ذریعہ عزّت و عظمت حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے سایہ میں فلاح و بہبود سے ہمکنار ہو سکتے ہو۔ اسی کے سہارے نجات حاصل کر سکتے ہو، اب نہ دینِ مسیح کارآمد ہے۔ اور نہ ہی یہودیت میں نجات ہے۔ اسلئے کہ خداوند قدوس نے تمہاری زندگی کے لئے دینِ اسلام کو دستورِ زندگی بنا دیا ہے۔ اور اپنی رضا، و خوشنودی سے اسلام کو

دینِ ابدی بنادیا ہے۔ نبوّت و رسالت کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ خدا کا آخری رسول، خدا کا آخری پیغام سُنا رہا ہے۔ اگر اس کو قبول نہ کروگے تو عذاب نار تمہارا مقدر رہو گا۔ غضب الٰہی کے مستحق قرار پاؤ گے، رب العالمین صاف اعلان کرتا ہے۔ ومن یتبغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ اور جس نے بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین و مذہب کو اختیار کیا، عبادت و بندگی کے لئے کسی دوسری راہ پر چلا، اور اسلامی نظامِ زندگی کو چھوڑ دیا تو وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔ ذلت و رسوائی سے دوچار ہو گا۔ اسلئے کہ اس نے اپنی زندگی کے شب و روز ضلالت و جہالت میں بسر کئے ہیں۔ کفر کی راہ پر چلا ہے شرک کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بغاوت کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا۔ مشرکین و کفار کی مغفرت نہیں کرتا۔ ان اللّٰہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذالك لمن یشاء۔ بیشک اللہ تعالےٰ نہیں بخشتا اسکو جو اسکے ساتھ شرک کرے اور بخشدیتا ہے اس سے کمتر گناہ کو جسے چاہتا ہے۔

برادرانِ اسلام!

وہ اسلام جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت پر درجۂ کمال کو پہونچ گیا تھا۔ اور جب دین اسلام کامل و مکمل ہو گیا تو پھر نبوت کے سلسلے کی ضرورت نہ تھی۔

کسی مذہب کی ضرورت نہیں تھی۔ اب بندگانِ خدا کو اسلام کے احکام کے مُطابق طاعت و بندگی کا قانون قرار دیا گیا۔ انسان اپنی فطرت پر اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جبکہ وہ اسلامی نظام کے تحت زندگی گذارے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کا حق اسیوقت ادا کر سکتا ہے جبکہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو جائے۔ لہٰذا اعلان کر دیا گیا۔

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام۔ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، لہٰذا جب اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے تو پھر ضروری ہے کہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو کر انسان اپنی فطرت کا ثبوت دے۔ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرے، اسی فطرت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیمۃ۔ اور حکم دیا گیا کہ اسلام میں سو فیصد داخل ہو جاؤ۔ اس سے کسی قسم کا انحراف گوارہ نہیں ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان، انہ لکم عدوٌ مبین۔

معلوم ہوا کہ اسلام کے علاوہ جتنی بھی راہیں ہیں۔ سب شیطان کی راہیں ہیں۔ شیاطین کا طریقہ ہے۔ اسلام کے بعد دنیا کے تمام ادیان و مذاہب منسوخ ہو گئے ہیں، ان پر عمل کرنا ضلالت ہے۔ جہالت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے

میری بعثت کے بارے میں یہود و نصاریٰ میں سے کسی نے سنا اور پھر میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لایا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جہنمی ہو گا۔ اس لئے کہ وہ کافر مرا ہے۔ اسلام کا انکار کرنے والا تھا اور اسلام کا انکار کفر ہے۔

برادران اسلام!

اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان و کرم ہے کہ اس نے ہمکو اسلام کی دولت سے نوازا ہے۔ خاتم النبیین، سید المرسلین، سرکار دو عالم، رحمت عالم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل کیا ہے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کے فطری نظام کے تحت زندگی گذاریں۔ اور سو فیصد مسلمان بن کر رحمت و مغفرت اور جنت کے مستحق ہوں۔ عزت و عظمت، شان و شوکت سے سرفراز ہوں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اموال واولاد رحمت ہیں یا زحمت؟

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم۔

امابعد! فقد قال الله تبارک وتعالیٰ۔ انما اموالکم واولادکم فتنة۔

(پ۲۸ سورہ تغابن آیت ۱۵)

بزرگو اور دوستو!

بیشک تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں، دیکھئے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور اولاد کو آزمائش اور امتحان کہہ رہے ہیں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مال دے کر دولت دے کر اپنے بندے کو آزماتا ہے کہ ہمارا بندہ ہمارے دیئے ہوئے مال اور ہماری بخشی ہوئی دولت کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔

بھائیو!

مال بڑی آزمائش ہے جب آدمی کے پاس روپیہ پیسہ آتا ہے تو شیطان اسکے ذریعے بندوں کو اللہ کی یاد سے یکسر غافل کر دیتا ہے۔ انسان جتنا مال کماتا ہے اس کی حرص اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ پھر وہ زیادہ مال کے چکر میں پڑ کر نماز روزہ

تک چھوڑ دیتا ہے ۔ وہ سوچتا ہے کہ جتنی دیر میں نماز پڑھوں گا ۔ اتنی دیر میں سو" روپے کمالوں گا ۔ اور رفتہ رفتہ اس طرح خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے ۔ اسکے اندر تکبر پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے ۔ اور پھر اس مال کے ذریعہ سنیما کا ٹکٹ خرید تا ہے ، ناچ دیکھتا ہے ، شراب پیتا ہے ، عیاشی کرتا ہے ۔ ٹی وی خرید تا ہے ، وی سی آر خرید تا ہے ۔ اور نہ جانے کیا کیا کرتا ہے لیکن جب زکوٰۃ دینے اور دین کی راہ میں خرچ کرنے کی بات ۔ آتی ہے تو وہ اپنا مال دینے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے ۔ وہ خرچ کرنے پر تیار نہیں ہوتا ہے ۔ آپ دیکھئے غور کیجئے کہ یہی مال اس کے لئے وبال جان بنا کہ نہیں ۔ بلکہ تمام برائیوں کا ذریعہ بنا کہ نہیں ۔ اسلئے کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کی قدر نہیں کی ۔ اگر وہ اپنی دولت کو اللہ کی نعمت سمجھتا ہے ، اس کی بخشش سمجھتا ہے تو اس کو سوچ سمجھ کر خرچ کرتا ہے ۔ اس سے مسجدیں بنواتا ہے ۔ مدرسہ بنواتا ہے ۔ غریب و نادار بچوں کی تعلیم پر خرچ کرتا ہے ۔ غریبوں ، بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتا ہے تو پھر یہی مال انسان کے لئے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے ۔

میرے بھائیو اور عزیزو !

مال و دولت حاصل کرنا منع نہیں ہے ۔ آپ خوب کمایئے خوب دولت حاصل کیجئے ، بینک بیلنس بنایئے ۔ اچھا کھایئے ، اچھا پہنئے ، لیکن مال

کو حلال طریقے سے حاصل کیجئے۔ اور حلال کام میں خرچ کیجئے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اللہ کی راہ میں خرچ کیجئے، خود بھی فائدہ اُٹھایئے۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہونچایئے تب جاکر اس مال میں لطف آئے گا، حقیقی مزہ آئے گا۔

میرے بزرگو اور دوستو!

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مال کو آزمائش کہا ہے، اسی طرح اولاد بھی ماں باپ کے لئے آزمائش ہے۔ ہماری اولاد بھی ہمارے لئے گناہ وعذاب کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہی ہمارے لئے نیکی اور ثواب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر آپ سے کوئی سوال کرے پوچھے کہ بھائی صاحب اتنا مال اتنی دولت کس کے لئے حاصل کر رہے ہیں۔ اور اتنی جائیداد کس کے لئے جمع کر رہے ہیں۔ تو اس وقت آپ کا کیا جواب ہوگا یہی ناکہ میاں بال بچوں کے لئے جمع کر رہا ہوں اسلئے کہ ان کے مستقبل میں کام آئے گی۔ دیکھئے ایک انسان اپنے بچوں کے آرام وراحت کے لئے رات دن محنت کر کے مال کماتا ہے اور بچوں کی محبت میں مبتلا ہو کر حلال وحرام کی تمیز بھی نہیں کرتا۔ لیکن جن بچوں کیلئے کماتا ہے ان کی فکر کرتا ہے وہی بچے دین سے دور ہو کر، قرآن کریم سے دور ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں، غلط راہ پر چل پڑتے ہیں۔ خدا کو بھول جاتے ہیں، دین کو بھول جاتے ہیں۔ اسلام کو بھول جاتے ہیں، رسول کو بھول جاتے ہیں۔

برائیوں اور لایعنی حرکات وسکنات میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ چوری کرتے ہیں ڈاکہ ڈالتے ہیں ، عوام کو پریشان کرتے ہیں ، شراب پیتے ہیں ۔ تاڑی پیتے ہیں ۔ جوا کھیلتے ہیں ۔ اور جن ماں باپ نے ان کو پیدا کیا ہے ۔ پالا پوسا ہے ۔ جوان کیا ہے ۔ ان کیلئے دولت جمع کی ہے ۔ وہ اولاد اپنے ماں باپ کا کہنا نہیں مانتی ان کو احمق کہتی ہے ۔ ان کا اکرام واحترام نہیں کرتی ۔ ان بچوں کو ماں باپ کا کوئی درد نہیں ہوتا ۔ ماں باپ اگر بیمار ہو جائیں تو اولاد ان کی خدمت نہیں کرتی ۔ خدمت تو دُور کی بات ہے ۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ بچے دُعا کرتے ہیں کہ یہ بوڑھا بوڑھی جلد مریں کون ان کی بڑبڑاہٹ کو سنے گا ۔

بزرگو اور دوستو !

جانتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے یہ ہماری اور آپ کی وجہ سے ہوتا ہے اسلئے کہ والدین نے اس کی تربیت صحیح نہیں کی ہے ۔ اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا نہیں کی ہے ۔ اس کی دنیا کو سنوارا ہے ۔ اس کے ظاہر کو نکھارا ہے ۔ مگر قیامت کی تیاری نہیں کرائی ہے ۔ دین اسلام سے باخبر نہیں کیا ہے ۔ قرآن کریم نہیں پڑھایا ہے ۔ نماز پڑھنے کا ڈھنگ نہیں سکھایا ہے ، روزہ رکھنے کا شوق پیدا نہیں کیا ہے ۔ اللہ کا خوف پیدا نہیں کیا ہے غلط راہوں اور گناہ ومعاصیات سے نہیں بچایا ہے ۔

بھائیو!

اگر ہم چھوٹی عمر میں اپنے بچوں کے سادہ دلوں میں قرآن کریم کی عظمت بٹھادیں۔ دین کی محبت جمادیں۔ رسول کی محبت جمادیں۔ اللہ کا خوف بٹھادیں تو زندگی بھر وہ اپنے دین کو نہیں بھولے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو انھیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز چھوڑنے پر مارو۔ طمانچے استعمال کرو۔ بتایئے اسلام کا یہ حکم ہے، کیا ایسا ہم کرتے ہیں۔ کسی کو اپنے دین کی فکر ہے۔ ہم سب تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ نہ ہم خود نماز پڑھتے ہیں، اور نہ ہم اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ بلکہ بچپن ہی سے انگریزی پڑھانے شروع کردیتے ہیں، ہندی پڑھانا شروع کردیتے ہیں کہ میرا بیٹا ڈاکٹر بنے گا۔ انجینیر بنے گا۔ آفیسر بنے گا۔ فرفر انگریزی بولے گا۔ اور دنیا میں کامیاب زندگی گذارے گا۔ دولت کمائے گا۔ مالدار بنے گا۔ صاحب ثروت بنے گا۔ لیکن قرآن کریم جیسی کتاب جو ہماری ہدایت کے لئے اُتاری گئی ہے، ہم نہیں پڑھاتے ہیں، دینی معلومات سے یکسر غافل رکھتے ہیں۔ اب آپ ہی بتایئے کہ جب ہم اپنے بچوں کو قرآن جیسی مقدس کتاب نہیں پڑھاتے ہیں تو وہ کیسے پڑھے گا۔ اور آپ غور کیجئے کہ جو قوم اپنی کتاب سے ناواقف ہوگی اس کا انجام کیا ہوگا۔ اگر دینی تعلیم سے ترقی رک

جاتی یا آدمی غریب رہ جاتا۔ یا برباد ہو جاتا تو کہتے کہ اس کو پڑھنے پڑھانے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

دوستو!

لیکن یہ بتایئے کہ کیا کوئی بچہ قرآن شریف پڑھنے کے بعد انگریزی، ہندی نہیں پڑھ سکتا۔ کیا کوئی دینی علوم حاصل کرنے کے بعد دولت مند نہیں ہو سکتا۔ جب دین کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے بچے بچیوں کو دین سے دور رکھیں۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ ہمارے مذہب پر ہماری مسجدوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے تحریکیں چل رہی ہیں۔ ایسے حالات میں ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم اسلام پر جم جائیں۔ قرآن پر جم جائیں، دین پر جم جائیں۔ اور اپنے بچے بچیوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت پیدا کریں۔ دین کی محبت پیدا کریں۔ رسول کی محبت پیدا کریں۔ اللہ کی محبت پیدا کریں۔ اور ان کو اسلام کا جانباز سپاہی بنائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو دینی مدارس میں پڑھائیں۔ اور دینی علوم سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ پھر اس کے بعد ضرورت ہو تو ان کو اسکولوں میں کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں پڑھائیں۔ انگریزی سکھائیں، ہندی سکھائیں انجینیر بنائیں۔ ڈاکٹر بنائیں۔ آفیسر بنائیں، ماسٹر بنائیں کم سے کم اس کا عقیدہ تو صحیح اور درست ہوگا۔

محترم بزرگو اور دوستو!

آپ اپنے بچے بچیوں کو نرسری اسکولوں میں پڑھاتے ہیں تو بتایئے کہ کیا آپ کا بچہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے؟ اسلام کی حقانیت اس کے سادہ دلوں میں اتر سکتی ہے؟ دین اسلام کو سمجھ سکتا ہے؟ اس کا اخلاق و کردار سدھر سکتا ہے وہ تو اللہ اللہ کہنے کے بجائے۔ اے، بی، سی، ڈی بولے گا۔ باپ کو احمق کہے گا۔ دین کا مذاق اڑائے گا۔ نماز کا مذاق اڑائے گا۔ قرآن کریم کا مذاق اڑائیگا۔ ڈاڑھی کا مذاق اڑائے گا۔ مساجد و مدارس کا مذاق اڑائے گا۔

بھائیو!

یقیناً قیامت کے دن اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ بتاؤ میں نے تم کو اولاد کی نعمت دی تھی۔ تم نے اس کو میرے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟ تم نے اس کو میرے سامنے سربسجود ہونے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے کہ تم نے اپنے بچوں کے دلوں میں میری محبت کیوں نہیں پیدا کی؟ میرے طریقے پر کیوں نہیں چلایا؟ تو اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا۔ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھ کر سوچیے اور بار بار سوچیے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے اور اپنی اولاد کے ساتھ کیا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہیے۔؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

شب برأت کی حقیقت کیا ہے؟

نحمده ونصلی علی رسولہ الکریم!

اما بعد! فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اللہ تبارک

تعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبان إلی سماء الدنیا فیغفر لاکثر

من عدد شعر غنم کلب۔ (رواہ الترمذی ص ۱۵۶)

(ترجمہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ پندرھویں شعبان کو آسمان دنیا پر اترتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکری کے بالوں سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔

وقال علیہ۔ شعبان شہری و رمضان شہر اللہ۔

یعنی۔ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

بزرگو اور دوستو!

ابھی میں نے ایک مختصر حدیث پڑھی ہے مجھ کو شعبان المعظم کے بارے میں اس مختصر ترین مگر جامع ترین حدیث کے روشنی میں آپ حضرات سے گفتگو کرنی ہے کوئی مہینہ بذاتِ خود اچھا یا برا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی اچھائی اور برائی کا اصل تعلق نسبت سے ہے اگر ہم شعبان کی فضیلت و برکت کے بارے میں غور کریں

تو صرف یہی کافی ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا مہینہ فرمایا ہے اللہ اکبر کتنا بلند مقام ہے اس معظم و مبارک مہینہ کا کہ نبیوں کا سردار، رسولوں کا امام، خیر الانام، نبی خاتم، رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنا مہینہ کہہ رہے ہیں۔ اپنی نسبت سے سرفراز کر رہے ہیں۔ اور جسکی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہو جائے۔ وہ باعثِ احترام ہے، لائق ادب ہے، سبب برکت ہے، موجب رحمت ہے۔

بزرگو اور بھائیو!

اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ اہتمام فرماتے تھے۔ اس مہینے کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے نہیں دیکھا آپ اس مہینہ ہی سے رمضان المبارک کی تیاری کرنے لگتے تھے۔ جس طرح فوج جنگ سے پہلے مشق کرتے لگتی ہے اسی طرح رسول خدا رمضان المبارک کی اہمیت و عظمت کے پیش نظر شعبان ہی سے تیاری کرنے لگتے تھے کثرت سے روزہ رکھتے۔ عبادت کرتے ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ كان رسول الله يتحفظ من شعبان ما لا يتحفظ من غيره (رواہ ابوداؤد)۔ یعنی اللہ کے حبیب و محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا جتنا اہتمام فرماتے تھے کسی اور مہینہ کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

بزرگانِ ملّت!

اسی مبارک مہینہ میں ایک رات آتی ہے جس کو شب برأت کہتے ہیں۔ برأت کے معنی چھٹکارا کے آتے ہیں، شب برأت کا مطلب ہے نجات کی رات اسلئے کہ اس رات میں اللہ تعالےٰ اپنے گنہگار بندوں کو نجات فرماتے ہیں۔ جہنم کے عذاب سے چھٹکارا دیتے ہیں۔ بخشش و مغفرت فرماتے ہیں۔ اور یہ پندرھویں شعبان کی رات ہے۔ یعنی چودھویں اور پندرھویں شعبان کی درمیانی رات کو شب برأت کہتے ہیں۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:۔ ھَل تَدرِینَ مَافِی ھٰذِہِ اللَّیلَۃِ کیا تم جانتی ہو کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسی رات میں اس سال پیدا ہونے والے ہر بچہ کا نام لکھا جاتا ہے۔ اسی رات میں اس سال مرنے والے ہر شخص کا نام لکھا جاتا ہے۔ اسی رات میں بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کے دربار میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اسی رات میں بندوں کا سالانہ رزق اتارا جاتا ہے۔

۞

برادرانِ اسلام!

شب برأت بجٹ کی رات ہے جس طرح حکومتیں ہر سال بجٹ پیش کرتی ہیں ملک کے باشندوں کے مسائل و معاملات پیش کرتی ہیں اور اس کی روشنی میں ایک سال حکومت عمل کرتی ہے. بالکل یہی معاملہ شہنشاہوں کے شہنشاہ حاکموں کے حاکم دربار عالیشان سے عالم انسانیت کے لئے بجٹ کا اعلان ہوتا ہے. بتائیے اتنی اہم رات ہے۔ مغفرت و رحمت کی عطاء و بخشش کی سہولتوں کا اعلان ہوتا ہے اتنا عام ہوتا ہے کہ اس رات جو چاہے اپنی مغفرت کرالے بخشش کرالے. بس متکبر، چغلخور، کینہ پرور، ظالم، شرابی، والدین کی نافرمانی کرنے والے، جادوگر قاتل وغیرہ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوتی، ان کی بخشش نہیں ہوتی۔ اور اس رات اللہ تعالےٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں. اور قبیلہ بنو کلب کی بکری کے بالوں کے برابر گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔

(رواہ ترمذی)

بزرگانِ ملّت!

اس مبارک رات میں اللہ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان بَقِیعِ غَرْقَد تشریف لے گئے تھے. جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک طویل و مشہور حدیث سے ثابت ہے اسلئے شب برأت میں جس طرح ممکن ہو تلاوت و عبادت، اذکار و نوافل کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نصف شب برأت میں قبرستان جاکر مُردوں کے لئے ایصال ثواب کرنا بھی مستحب ہے۔ قبرستان جاکر آخرت کی یاد تازہ کریں۔ اپنی فانی زندگی پر غور کریں۔ موت کو یاد کریں۔ اپنے مردہ بھائیوں کے درمیان پہونچ کر اللہ کی یاد۔ آخرت کی یاد۔ موت کی یاد آئے گی۔ دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوگا۔ اللہ کا ڈر پیدا ہوگا۔ اللہ کی خشیت پیدا ہوگی۔ اللہ کی وحشت پیدا ہوگی۔ دنیا کی لذتوں، رعنائیوں، زیبائیوں سے بچنے کی فکر پیدا ہوگی۔

بزرگو اور دوستو!

مگر ہمارا طرز عمل اس مُبارک رات میں سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ ہم نے شب برأت کو مسرت و شادمانی، طرب و نشاط خوشی و انبساط کیف و سرور، چین و سکون، راحت و اطمینان، آرام و آرائش، امن امان کھانے پکانے، حلوے بنانے، آتش بازی کرنے، پٹاخہ چھوڑنے کی رات بنا لیا ہے۔ جس رات میں ہماری مصروفیات اللہ کی عبادت ہونی چاہئے تھی۔ اللہ کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اللہ کی اطاعت و بندگی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن ہم نے اس کو بے فکری کی رات بنالیا ہے۔ اللہ کی مغفرت ہم کو بلاتی ہے۔ اللہ کی راحت ہم کو بلاتی ہے۔ اللہ کی بخشش ہم کو بلاتی ہے لیکن ہم شیطان کو خوش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ پٹاخے بازی کر رہے ہیں۔ چراغاں کر رہے ہیں۔ حلوے بنا رہے ہیں۔ جن کی کوئی اصل اور کوئی ثبوت

قرآن وحدیث سے نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

بھائیو!

اس دن حلوا بنانے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؓ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اتنا غرق تھے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں، تو انھوں نے اپنے دانت توڑ لئے تھے۔ جب دانت نہیں رہے تو سخت چیز کھانا دشوار تھا۔ اسلئے اُنھوں نے حلوہ کھایا تھا۔ حلوہ بنانا اور کھانا انہیں کی سنت ہے۔ اولاً تو اس کا ثبوت ہی نہیں اور اگر ایسا ہے بھی تو پھر حضرت اویس قرنی کی سنت ادا کرنے والے محبّتِ رسول اور عشقِ رسول کا ثبوت دیتے ہوئے پہلے اپنا دانت توڑیں پھر حلوہ کھائیں۔ اللہ اکبر یہ کیا کہ جس سنت میں نفس کا فائدہ ہے اس کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اس بہانہ سے قسم قسم کا حلوہ بناتے ہیں۔ اور جو اصلی محبت کی دلیل ہے اسکو یعنی دانت توڑنا اس کو کوئی اختیار نہیں کرتا۔ یہ کیسی محبت ہے۔ کیسا تعلق ہے کیسا عشق ہے؟ یہ تو نفس پرستی ہے جب دانت توڑنے کی بات آتی ہے تو اویس قرنیؓ یاد نہیں آتے۔ اور جب کھانے کی بات آتی ہے تو محبت جوش میں آتی ہے۔ عقیدت جوش مارتی ہے۔ خوب حلوہ بنتا ہے۔ شیرینیاں تقسیم ہوتی ہیں، ہم نے شب برأت کو چھٹکارے کی رات کے بجائے مصیبت

وعذاب میں مبتلا ہونے والی رات بنا لیا ہے اللہ ہم کو عقل دے، سمجھ دے۔ عبادت کی توفیق دے۔ تلاوت قرآن کی توفیق دے۔

برادران اسلام!

شب برأت میں ہمارا یہ غیر اسلامی عمل ہماری بے حسی کی دلیل نہیں تو پھر کیا ہے ہم نے بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے چند باتوں کو دین بنا لیا۔ اس پر عمل کرنے لگے۔ اپنے نفس کی خواہشات کو دین کا نام دے دیا۔ یہ کتنی بدبختی کی دلیل ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ان خرافات اور نفس پرستی سے ہم کو بچنا چاہئے۔ اور اس مبارک رات کی برکت و نعمت کے حصول کی فکر کرنی چاہئے۔ اللہ والوں کا یہی طریقہ تھا کہ اس رات میں عبادت و نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری رح کی اس شب میں یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گھر سے نکلتے تھے تو ان کا چہرہ اس طرح نظر آتا تھا جیسے کوئی مردہ قبر سے نکل کر آیا ہو۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب معلوم کیا تو فرمایا کہ میرا عمل قبول ہوگا یا نہیں یعنی اس رات سال بھر کے اعمال نامے لکھ دیئے جاتے ہیں نہ جانے میرے ساتھ کیا معاملہ ہو اسلئے متفکر نظر آرہا ہوں۔

بزرگو اور بھائیو!

چونکہ شب قدر اور شب برأت میں بندوں کے اعمال اللہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں اسلئے اللہ والوں کا یہ حال ہوتا تھا کہ کہیں ہمارے

منہ پر نہ مار دیا جائے۔ بدبختوں میں نہ شمار کیا جائے ایک ہم ہیں کہ ہم اس رات کو جشن کی طرح مناتے ہیں۔ وقت ضائع کر دیتے ہیں نہ تلاوت کی توفیق ہوتی ہے نہ عبادت کی سعادت نصیب ہوتی ہے حضرت امام بصری رحمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اس شب میں پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر ستر بار نگاہیں ڈالتا ہے اور ہر نظر میں ستر حاجتیں پوری کرتا ہے اور شب برأت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ یہ فرشتوں کی عید ہے جس طرح دنیا میں ہماری عیدیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ہیں اسی طرح کی عیدیں شب برأت اور شب قدر ہیں اور ان دونوں راتوں میں سے ایک رات کو پوشیدہ رکھا گیا ہے اور ایک رات کو ظاہر کیا گیا۔

برادرانِ اسلام!

قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ فرماتے ہیں کہ شب برأت کو اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ رات قہر و غضب اور حکم رضا و قبولیت اور قرب و بعد، سعادت و شقاوت، کرامت و پرہیزگاری کی رات ہے، اس رات میں کوئی نیک بخت بنایا جاتا ہے، کوئی مردود قرار پاتا ہے۔ کسی کو نیک کاموں کی جزا دے کر کامران کر دیا جاتا ہے تو دوسرے کو برے کاموں کے بدلے میں ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ اس رات اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے گناہوں کو بخشوانے

کی فکر کریں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اس رات کا ادب واحترام کرنے اور اس میں عبادت وتلاوت کرنے کی توفیق دے۔

آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسلام ایک مکمّل ضابطۂ حیات ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین و آلہ واصحابہ اجمعین۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین (سورۂ آل عمران)

امابعد! فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ۔
یعنی۔ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی اور لغو باتوں کو چھوڑ دے۔

برادرانِ اسلام!

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور اصول زندگی ہے وہ صرف رسمی عبادات اور ظاہری پوجا پاٹ کا نام نہیں۔ بلکہ اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اس کے پاس معاشرے کے تمام مسائل کا حل ہے۔ اجتماعی اور انفرادی زندگی کی تمام الجھنوں کو سلجھانے کی اہلیت اس میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اسلام ایک ایسا مکمل نظامِ زندگی ہے جو انسان کی زندگی کے تمام گوشوں کو منور کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسانی زندگی ایک ایسے نظام کے تحت گذاری جائے۔ جو

خوشحال، پر مسرت اور مطمئن معاشرے کا ضامن ہو۔

محترم حضرات!

آج جب ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ہر جانب مُسلمانوں کی حالت ابتر نظر آتی ہے۔ ہر چہرہ متفکر، ہر ذہن مایوس، ہر قدم میں جمود، ہر احساس پژمردہ دکھائی دیتا ہے۔ غرضیکہ مسلمانوں کے جس حصہ پر نظر ڈالی جائے وہی زخم زدہ نظر آئے گا۔ تعلیم، صنعت و حرفت، اخلاقیات، اقتصادیات، زندگی کے تمام گوشوں میں بدحالی اور گراوٹ کی مسلسل زنجیر ہے۔ جس میں پوری مُسلم قوم جکڑی ہوئی ہے۔

برادرانِ ملت!

یہ اپنی جامعیت و اکملیت کی ان بلندیوں پر پہونچا ہے۔ جس کے بعد جامعیت و اکملیت کا تصور بھی باقی نہیں رہتا ہے۔ لہٰذا جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اسلام اس کی زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ شعبہائے زندگی کے ہر پہلو کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور با مقصد زندگی بسر کرنے، خیرات و برکات سے پُر لمحات زندگی گذارنے، سکون و راحت سے لبریز اوقات بسر کرنے کا پورا پورا موقع دیتا ہے۔

برادران اسلام!

دین اسلام نے اپنے متبعین اور ماننے والوں کی اصلاح و تربیت

کے لئے کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ وہ حلال وحرام کی وضاحت کرتا ہے۔ جائز وناجائز کی تشریح کرتا ہے۔ حسن و قبح کو بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں سرکار دو عالم، ہادی اعظم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کا حسن اس کے لایعنی چیزوں کے ترک میں ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اسلام کے احکام و مسائل، شریعت کے اصول وضوابط کے علاوہ تمام چیزیں، تمام طریقے، تمام راہیں لایعنی ہیں۔

اسی طرح ہر ایسی چیز میں مشغول و منہمک ہونا جو بندۂ مومن کو اس کے مقصد حیات سے ہٹا دے تو وہ بھی لغو اور لایعنی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کو اس کے حقوق بندگی کی ادائے گی سے روک دے، غافل کر دے۔ تو وہ بھی لغو اور لایعنی ہے۔ بندگی کی شان وشوکت اور عبدیت کی معراج تو یہ ہے کہ ہمارا ہر لمحہ، ہر آن خدا کی یاد سے معمور ہو ذکر الٰہی سے منور ہو کیونکہ اس دارِ فانی میں بسر ہونے والے ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا۔ دیکھا جائیگا کہ کونسا لمحہ ذکر میں گذرا، کونسی ساعت خدا فراموشی میں گذری۔ شانِ بندگی تو یہ ہے کہ ہر سانس ذکرِ الٰہی بنجائے ہر عمل ذکر الٰہی بن جائے۔ لین دین، کاروبار ذکر اللہ بن جائے۔ آسان ترکیب ہے کہ اسلام کے خدائی دستور، ربانی دستور کے مطابق تجارت

کی جائے۔ کاروبار کیا جائے، تجارت کی مصروفیت، کاموں کی کثرت، مصائب کی شدت، خوشحالی کی راحت، اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے۔ اس لئے کہ جو لمحات وساعات یاد خدا میں بسر ہوں گے وہی بامقاصد زندگی ہے۔ اور جو لمحات واوقات غفلت میں بسر ہوں گے۔ وہی لایعنی زندگی ہیں۔ ایک صحابہ کرام کی شان وشوکت تھی کہ ان کے بارے میں قرآن کریم اس انداز واسلوب سے کلام کرتا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ الزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ۔

یعنی ایسے لوگ ہیں کہ بیع وتجارت ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور نہ نماز قائم کرنے اور نہ زکوٰۃ سے روکتی ہے۔ وہ ڈرتے ہیں ایسے دن سے جس دن کے دل اور نگاہیں بدل جائیں گی۔

برادرانِ اسلام!

اس کائنات میں اصل چیز ذکر اللہ ہے۔ یہ دنیا دارالعمل ہے۔ عارضی ٹھکانہ ہے۔ حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اصل نفع آخرت کا نفع ہے۔ جس نے اللہ کے ذکر سے اپنے لیل ونہار بسر کئے۔ اپنے اعمال درست کئے۔ تو پھر اس کا ثمرہ آخرت میں پائے گا۔

ورنہ یہ دنیا دھوکہ ہے۔ سراب صحراء ہے۔ جس کو پیاسا پانی سمجھ لیتا ہے۔ اور

اس کی طرف لپکتا ہے۔ پھر ہلاکت اس کا مقدر بنجاتی ہے۔ اسی طرح جو دنیا کی رعنائیوں میں پھنس گیا۔ اس کا مقدر عذاب الیم بن جائے گا۔

برادران قوم وملت!

ہم کو سوچنا چاہئے۔ اپنی فانی زندگی پر غور کرنا چاہئے، غور و تدبر سے کام لینا چاہئے کہ ہماری دنیوی زندگی کس طرح عبادت بن سکتی ہے۔ ہم کس طرح دنیا کی محبت سے دامن بچا سکتے ہیں۔ تاکہ ہمارا کوئی لمحہ غفلت میں نہ گذرے۔ لہو و لعب بسر نہ ہو۔ اگر ہم کو اس حقیقت کا استحضار ہوجائے کہ دنیا فانی ہے، آنی جانی ہے۔ دھوکہ ہے۔ فریب ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اسی کی فکر کرنا عقلمندی ہے۔ اسی زندگی کی تیاری مقصود و مطلوب ہے۔ تو پھر ہمارا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوگا۔

برادرانِ ملتِ اسلامیہ!

اسلام نے انفرادی اور اجتماعی دونوں شعبہائے زندگی کیلئے بہترین اصول وضوابط مہیا کر دیئے ہیں۔ جن کو اپنانے اور روبہ عمل لانے میں ہی دنیا دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ ایک مسلمان سچا اور پکا مسلمان اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ خوش اخلاق، مروت و عافیت خوشی و مسرت، چھوٹوں پر شفقت بڑوں کا احترام، پڑوسیوں کا خیال، ایماندار و دیانتداری، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ہمدردی۔ اور تمام اسلامی امور کو اپنے لئے ضروری قرار دے

تو یقیناً دنیا ایک بار پھر ایک ایسا فلاحی معاشرہ دیکھ سکتی ہے۔ جس کی مثالیں اسلامی تاریخ کے اوراق میں بھری پڑی ہیں۔ اور جس کی معمولی جھلک بھی ہمارے موجودہ معاشرہ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ لہٰذا ماضی کے تابناک نقوش سے ہمیں سبق لینا چاہئے۔ اور اپنی زندگی کو انہیں خطوط پر چلانے کا عزم مصمم کرنا چاہئے۔

برادرانِ ملت!

آپ صحابہ کرام، اسلاف عظام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں لایعنی اوقات کا تصور بھی نہیں پائیں گے۔ ان کا جینا، مرنا، سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، آنا جانا، کھانا، پینا، ہنسنا رونا، تجارت و معیشت، رہن سہن، سب کچھ اسلام کے تابع تھا۔ وہ قرآن وحدیث کے اصول وضوابط کے تابع تھے۔ رسول خدا کی پیروی کرنے والے تھے۔ انھوں نے اپنے اوقات کو مرضیات الٰہیہ کے تابع بنالیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعریف وثناء بیان ہو رہی ہے۔ ان کی شان بندگی تو یہ تھی کہ کہتے تھے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن۔ (ترجمہ) یقیناً میری نماز میری ساری عبادت میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے جسکا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

لیکن ایک ہماری زندگی ہے ۔ ایک ہمارا اسلام ہے کہ ہمارے اوقات لایعنی باتوں میں برباد ہوتے ہیں. خرافات وتفریحات کی نذر ہوتے ہیں. اسلام کا منادی اللہ اکبر کی صدائیں شب و روز میں پانچ مرتبہ بلند کرتا ہے ۔ لیکن ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قرآن کریم ہمیں صراط مستقیم کی طرف بلاتا رہتا ہے ۔ عذاب خدا سے ڈراتا رہتا ہے لیکن ہمارے دلوں کا جمود ختم نہیں ہوتا ہے ۔ نماز ہورہی ہے مگر ہم ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں سینما گھروں، ناچ گھروں، بازاروں وغیرہ میں قہقہے لگا رہے ہیں ۔ اپنے حقوق کی ادائیگی سے غافل، خدا کے عذاب سے بے خوف ۔ اطاعت و بندگی سے بے نیاز ۔ زندگی کے لیل و نہار لایعنی طور پر ضائع اور برباد کر رہے ہیں. دعا و کیجئے کہ اللہ تعالےٰ ہم کو اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کی زندگی کو بامقصد اور اسلام کے احکام کے مطابق بنا دے ۔ (آمین)

وَمَا علینا اِلا البلاغ

پندرہ اگست

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

وعلی آلہ واصحابہ الطاہرین والعلماء المحبین المہدیین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اما بعد!

برادرانِ ہند!

جب پندرہ اگست کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنوں کی سنہری چادر میں لپٹی ہوئی تاریخ ہوتی ہے۔ جس کے باب باب میں ایثار وقربانی کی طویل داستان ہوتی ہے۔ ورق ورق میں جاں نثاری وسرفروشی کی کہانی ہوتی ہے۔ سطر سطر، حرف حرف حریت پسندوں کی وطن دوستی، اولوالعزمی، حوصلہ مندی، اعلیٰ ظرفی، صبر واستقامت اور جہد مسلسل کے واقعات سناتے ہیں۔ سامراجی طاقتوں، استعماری قوتوں کی وحشت وبربریت ظلم وستم کے قصے سناتے ہیں۔

بھائیو!

یوم آزادی کتنا فرحت بخش نام ہے۔ پندرہ اگست کے تصور سے ہی دل مسرت و شادمانی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ کیف و نشاط سے دل جھوم جھوم جاتا ہے کہ آج ہم آزاد ہندوستان کے آزاد شہری ہیں۔ اپنے وطن عزیز کا ذرّہ ذرہ ہمارا ہے، اس کے چپہ چپہ پر ہمارا حق ہے یہ گلشن وطن ہے۔ چمن امن ہے، باغ عدن ہے۔ یہ پیارا پیارا ہندوستان آج آزادی کی سانس لے رہا ہے۔ اسکی فضاؤں میں آزادی کی خوشبو ہے۔

دوستو!

پندرہ اگست ہندوستان جنّت نشاں کا یوم آزادی ہے اگست ۱۹۴۷ء کا وہ دن بھی کتنا دلآویز تھا۔ کتنا دلکش تھا جب کہ صدیوں پرانی محکومیت کا دور ختم ہو رہا تھا۔ تاریخ ایک نیا باب کھول رہی تھی۔ زمانہ ایک نئی داستان مرتب کر رہا تھا۔ آفتاب ایک نیا پیغام سنا رہا تھا۔ ماہتاب ایک نیا رُخ سنوار رہا تھا غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی تھیں۔ انسانیت نیا جنم لے رہی تھی۔ ایک حاکم قوم گمنامی کے غار میں گم ہو رہی تھی، ایک محکوم و مظلوم قوم پستی سے بلندی کی طرف سفر کر رہی تھی۔ برٹش انڈیا ختم ہو رہا تھا، آزاد ہندوستان زندہ ہو رہا تھا۔ مہا بھارت جنم لے رہا تھا۔ نیا دور آ رہا تھا۔

❋

دوستو!

پندرہ اگست ۱۹۴۷ء ایک نئے عہد کا آغاز اور پرانے دور کا اختتام تھا۔ صدیوں پر محیط تاریکی چھٹ رہی تھی، ظلم و بربریت کا راج تھا ختم ہو رہا تھا سامراجیت کا نام مٹ رہا تھا۔ یہی وہ دن تھا جس کے لئے لاکھوں ہندوستانیوں نے قربانیاں دی تھیں، یہی وہ دن تھا جس کے لئے تحریکیں چلیں تھیں۔ یہی وہ دن تھا جس کیلئے جیلیں بھری گئی تھیں، یہی وہ دن تھا جس کیلئے ودیشی سامان کا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ یہی وہ دن تھا جس کے لئے ستیہ گرہ ہوئی تھی۔ یہی وہ دن تھا جس کا خواب بھارت کی جنتا نے دیکھا تھا۔ یہی وہ دن تھا جس کے لئے ریشمی رومال کی تحریک چلی تھی۔ یہی وہ دن تھا جس کیلئے کانگریس بنی تھی۔ یہی وہ دن تھا جس کے لئے آزاد ہند فوج بنائی گئی تھی۔

برادرانِ اسلام!

دنیا کے بہت سے ممالک انگریزی سامراج کے شکنجے میں تڑپ رہے تھے، سِسک رہے تھے، لیکن پرچم آزادی بلند کرنے کی ہمت نہ تھی۔ کسی کو انگریزوں سے ٹکرانے کی جرأت نہ تھی۔ لیکن ہندوستان کے حریت پسندوں نے دوسروں کے لئے راہیں کھولیں، مصر و شام، عراق و سوڈان، اور لیبیا و چاڈ میں انگریزوں کے خلاف تحریک کا آغاز ہندوستانیوں کی جرأت و مردانگی سے ہوا۔ سوڈان میں مہدی سوڈانی نے۔ لیبیا میں احمد سنوسی نے، الجزائر میں

امیر عبدالقادر نے۔ تحریک آزادی کی قیادت کی، امیر عبدالقادر کا مقابلہ فرانس سے تھا۔ احمد سَنوسی کا مقابلہ اٹلی سے تھا۔ مہدی سوڈانی اور عراقیوں کا معرکہ انگریزوں سے تھا۔

بزرگو اور دوستو!

اگر ہندوستان کے غیور علماء ۱۸۵۷ء کا انقلاب برپا نہ کرتے تو ہندوستان کی پژمردہ قوم میں آزادی کا شعور بیدار نہ ہوتا۔ اور انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد نہ کرتے۔ مصر و عراق، الجزائر و سوڈان اور لیبیا میں حریت پسندوں کے حوصلے بلند نہ ہوتے۔

ہندوستان کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ یہاں سامراجیت کے خلاف جو تحریک چلی تھی وہ اپنی نوعیت کی انوکھی اور نرالی تحریک تھی۔ ایک مظلوم قوم نے ظالم قوم کے خلاف پُرامن تحریک چلائی، تیر و سِنا کے بجائے احتجاج کا راستہ اپنایا بائیکاٹ کا طریقہ اختیار کیا۔ اور ہندوستان کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ تحریک آزادی کی قیادت کے لئے علماء اسلام درسگاہوں سے صوفیاء کرام خانقاہوں سے، نواب قصروں سے اور مہاراجگاہوں راج محلوں سے۔ سادھو سنت گپھاؤں سے نکل آئے تھے۔ شعراء نے انقلابی نظمیں لکھیں۔ ادیبوں نے انقلابی کہانیاں لکھیں صحافیوں نے انقلابی مضامین لکھے۔ خطیبوں نے انقلابی تقریریں کیں۔ اور عورتوں نے ستیہ گرہ میں حصہ لیا، بچوں نے انقلاب زندہ باد

کا نعرہ لگایا۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں کو دیش پر قربان کر دیا۔

نوجوان ساتھیو!

آج ہندوستان تحریک آزادی کی صدی منا رہا ہے۔ تحریک آزادی کو ایک سو سال پورے ہو چکے ہیں۔ لیکن غور کیجئے تحریک آزادی کی بنیاد ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے ڈالی تھی۔ اور دیش کی آزادی کے لئے قدم آگے بڑھانے والے۔ سینوں پر گولیاں کھانے والے مسلمان تھے۔ کیا تاریخ شاملی کا میدان بھول سکتی ہے۔ کیا تاریخ ریشمی رومال کی تحریک کو فراموش کر سکتی ہے۔ تحریک آزادی کے میر کارواں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے اپنے شاگردوں کی پوری فوج لگا دی، جمعیۃ علماء ہند نے علماء و مفکرین کو قائدین کا جتھا بنا کر میدان میں اتار دیا۔ ایک طرف مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، سروجنی نائیڈو موتی لال نہرو، سردار پٹیل، ڈاکٹر راجندر پرشاد، لال بہادر شاستری راج گوپال آچاریہ، سبھاش چندر بوس، جے بی کرپلانی جیسے تحریک کے نیتا تھے۔ تو دوسری طرف مسلم لیڈران میں شیخ الہند، شیخ الاسلام، مولانا آزاد، مولانا محمد علی جوہر، شوکت علی گوہر، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار انصاری سیف الدین کچلو، مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد میاں، جنرل شاہنواز مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، اور مسلم لیگ کی طرف سے محمد علی جناح، لیاقت علی خاں، مولانا شبیر احمد عثمانی، سر سکندر حیات، سر ظفر اللہ اور

شعراء میں مولانا ظفر علی خاں، جوش ملیح آبادی، علامہ اقبال، انور صابری وغیرہ اور احرار وخاکساران میں سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے عظیم لیڈران انگریزوں سے ٹکرلے رہے تھے۔ تحریک آزادی کی قیادت کر رہے تھے۔

برادرانِ ملّت!

ان بزرگوں نے ان لیڈروں نے وطن کی آزادی کے لئے مصائب و آلام کی وادیاں طے کیں۔ ظلم وستم کے زخم کھائے۔ بھوک وپیاس کی شدّت برداشت کی۔ جیل کی صعوبتیں جھیلیں، نظربندی کا عذاب جھیلا۔ سینوں پر گولیاں کھائیں۔ پھانسی کا پھندہ گلے میں ڈالا، سر پر کفن باندھ لیا۔ اور وطن عزیز کی آبرو کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں۔ اپنا آرام وسکون غارت کردیا۔ انگریزوں نے تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے طاقت استعمال کی۔ منافرت کا زہر گھولا۔ دھمکیاں دیں۔ مظالم کے پہاڑ توڑے، جلاوطنی کی سزائیں سنائیں۔ جائدادیں ضبط کرلیں۔ گھر اجاڑ دیئے۔ اخبارات ورسائل پر پابندیاں لگائیں۔ مگر جو تحریک چل پڑی تھی۔ جو قافلہ نکل پڑا تھا۔ جو کارواں چل پڑا تھا وہ تادم حیات لڑنے کا عزم رکھتا تھا۔ وہ ببانگ دہل کہتا تھا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

برادرانِ اسلام!

میں تحریک آزادی کی گہرائیوں میں نہیں جانا چاہتا میں جلیانوالہ باغ کی خونیں داستان نہیں سُنانا چاہتا۔ تحریک آزادی کی تاریخ بہت ہولناک ہے۔ یہ بات بہت خوفناک ہے۔ بس کہنا یہ ہے کہ پندرہ اگست ۱۹۴۷ء بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا تھا۔ آزادی کا سورج طویل تاریکی کے بعد طلوع ہوا تھا۔ گلشن ہند لہو کا نذرانہ لیکر لہلہایا تھا۔ چمن وطن خون سے سیراب ہو کر مہکا تھا۔ اور لہو کا نذرانہ پیش کرنے والے ہمارے علماء تھے، آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے ہمارے علماء تھے۔ اور مشعل حریت روشن کرنے والے ہمارے علماء تھے۔ یہ سچ ہے کہ مہاتما گاندھی نے تحریک آزادی کو نیا رخ دیا۔ جذبہ آزادی کو تیز کیا، مگر ان کا مشیر کون تھا۔ ان کا ہمراز کون تھا۔ ان کا بازو کون تھا۔ وہ نہرو نہیں تھے۔ پٹیل نہیں تھے۔ بلکہ مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ محمد علی جوہر تھے اگر مسلمان تحریک آزادی کا صور نہ پھونکتے تو گاندھی جی کے لئے تحریک کی قیادت دشوار ہوتی۔ مگر آہ! آج آزادی کو باونؔ سال ہو گئے۔ لیکن ہمارے اسلاف کی قربانیوں کو ماننے والا کوئی نہیں۔ آج آزاد ہندوستان یومِ آزادی منا رہا ہے، خوشیاں منا رہا ہے۔ مگر کیا یہی جشنِ آزادی ہے کہ مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا جائے؟ کیا اسی کیلئے ہندوستان آزاد کرایا گیا تھا کہ ہماری مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کیا جائے؟ ہمارے گھروں کو اُجاڑا جائے؟

ہماری کھیتیوں کو برباد کیا جائے؟ ہماری بستیوں کو جلایا جائے؟ ہماری عورتوں کی عصمت دری کی جائے؟ ہمارے بچوں کو قتل کیا جائے؟ ہمارے نوجوان بھائیوں کو ہلاک کیا جائے؟ کیا اسی کو یوم آزادی کہا جائے کہ انگریز یہاں سے چلے گئے اور سامراجیت ختم ہو گئی۔ اور بربریت آگئی۔ منافرت آگئی۔ تعصب کی ہوائیں چلنے لگیں۔ بستیاں جلنے لگیں، ذرا ان شہداء کی روح سے پوچھو کہ اُن پر کیا گذرتی ہے۔ جنھوں نے اس آزادی کے لئے مادر وطن کو اپنا لہو دیا تھا۔ تاکہ آزادی کے بعد ہندوستان کے ہندو مسلم اتحاد کا چمن لہلہائے گا۔ محبت کی فضا قائم ہو گی۔ متحدہ سماج وجود میں آئے گا۔ ایمانداری کا دور دورہ ہو گا۔ پیار کا زمانہ ہو گا۔ رواداری کا عہد ہو گا۔

برادرانِ اسلام!

ہم آزاد ہندوستان کے آزاد شہری ہیں۔ یوم آزادی ہمارے لئے اس لئے نعمت ہے کہ یہ ہمارے بزرگوں کا تحفہ ہے، ہمارے علماء کے قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے بہرحال یومِ آزادی کا تصور تو ہے؟

آئیے آج ہم عہد کریں کہ اپنے بزرگوں کی میراث کو بربادی سے بچائیں گے شر پسندوں کے شر سے وطن کو محفوظ رکھیں گے۔ اور ہر اس ہاتھ کو توڑ دیں گے جو آزادی کی علامت کو مٹانا چاہے گا۔ ہر اس آنکھ کو پھوڑ دینگے

جو اس میراث کو گنوانا چاہے گا۔ آیئے ہم اپنے عمل و کردار سے آزادی کا صحیح مفہوم واضح کریں، اور نفرت و عداوت، تعصب و منافرت، لاقانونیت و بربریت، فرقہ پرستی و دہشت گردی کا جم کر مقابلہ کریں۔ اور یوم آزادی کو ایک تحریک کا دن بنا دیں۔ ایک نیا ماحول پیدا کریں۔ نیا ہندوستان تعمیر کریں۔ خوشحال اور پُرامن ہندوستان، گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہندوستان ہندوستان ہندو مسلم اتحاد کی علامت ہندوستان شیخ الہند، اور مولانا آزاد کا ہندوستان، مہاتما گاندھی اور نہرو کا ہندوستان، علامہ اقبال اور ٹیگور کا ہندوستان، سبھاش چندر بوس اور جنرل شاہنواز کا ہندوستان اشفاق اللہ خاں اور سردار بھگت کا ہندوستان، نانک و چشتی، رام و رحیم، کرشن و خسرو کا ہندوستان تعمیر کریں۔ اور اخوت و بھائی چارگی۔ پیار و محبت پیدا کریں اور شانہ بشانہ ہو کر کہیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

وما علینا الا البلاغ

روزہ اِسلام کی نظر میں

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد والہٖ واصحابہ اجمعین۔ ومن اتبعھم باحسان الی الدین۔

اما بعد! فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا ایھا الذین امنو کتب عدیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

وقال النبی صلی اللہ عیہ وسلم۔ من صام رمضان ایمانًا واحتسابًا غُفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ (بخاری، ومسلم)

وایضًا قال علیہ الصلاۃ والسّلام: لِکُلِّ شَیٍٔ زَکوٰۃٌ وَزکوٰۃُ الجَسَدِ الصَّومُ والصِّیامُ نِصفُ الصَّبرِ۔ (ابن ماجہ)

برادرانِ اسلام! ــــــ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات

اور دستور بندگی ہے اس دین کامل کو ارحم الراحمین نے اپنی رضاء وخوشنودی سے نوازا ہے۔ اور سارے انسانوں کے لئے دین اسلام کو قیامت تک کے لئے قانون بنادیا ہے۔ اسلام سے ہٹ کر کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا اور اپنے من مانے طریقہ پر زندگی کے شب وروز گذارنا ضلالت وگمراہی ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غيرالاسلام دينًا فَلَنْ يُّقبلَ منه اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی پیروی کی تو اس سے قبول نہیں کیاجاوے گا۔ اسلئے اب تمام انسانوں پر واجب ہے کہ اسلام کو اپنا اصول زندگی مان کر اس کے احکام ومسائل اور معارف وفضائل، فرائض وواجبات، سنن ونوافل، حلال وحرام، حسن وقبح، جائز وناجائز کا علم حاصل کریں۔ اور کم از کم اس حد تک معلومات حاصل کرلیں کہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنی زندگی گذار سکیں۔

بھائیو!

قصر اسلام کی مستحکم وغیر متزلزل عمارت پانچ بنیادی ارکان پر قائم ہے۔ کلمۂ توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد نبوی ؐ ہے:۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ۔ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ (متفق علیہ)

ان پانچوں میں کلمہ، تو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت قصرِ اسلام میں داخل ہونے کا اجازت نامہ ہے۔ ویزا ہے۔ پاس ہے۔ پروانہ ہے کہ اس کے بغیر کوئی انسان مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اقرار زبان سے کر لیتا ہے۔ اور دل میں اُس یقین کو جما لیتا ہے۔ تو پھر وہ اسلام کے مستحکم قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے ایسے حصار میں پہونچ جاتا ہے جس میں وہ تمام خطرات سے، تمام دشمنوں سے محفوظ و مامون ہو جاتا ہے اسلئے کہ وہ اللہ رب العزت کی دستگیری میں پہونچ کر اس آیت کا مصداق بن گیا ہے۔ اَلَا ان اولیاءَ اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ سُنو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

مُحبانِ اِسلام!

یہ تو فطری اور عقلی بات ہے کہ کسی بھی شخص کو کسی ملک کی شہریت اسی صورت میں دیجاتی ہے، جب اسکے سلسلے میں پوری انکوائری کر لی جاتی ہے۔ یہ معلوم کر لیا جاتا ہے کہ یہ ملک اور قوم کا وفادار ہے۔ ملک کے دستور و قانون کو ماننے والا ہے۔ اس کے لئے اس کو آزمایا جاتا ہے۔ پرکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام میں داخل ہونے والے کے ایمان کو عبادات کے ذریعہ جانچا جائے گا۔

مصائب ومشکلات میں ڈال کر پرکھا جائے گا۔ اور جب وہ اس امتحان میں مکمل طور پر کامیاب ہو گا یا اس حد تک کامیاب ہو گا کہ پرکھنے والا مطمئن ہو جائے تو پھر اس کو مومن کامل ہونے کی بشارت مل جائے گی۔ رحمت ونصرت، خیرو برکت کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے۔ لہٰذا کلمۂ توحید کے بعد امتحان کا دور شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نماز کا مطالبہ ہوتا ہے۔ پھر سال میں ایک ماہ روزہ رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور اگر ایک خاص مقدار کے مطابق مال ودولت بھی حاصل کر لیتا ہے اور اس کا جائز طریقے پر مالک ہو جاتا ہے تو اس سے زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اور اگر دولت بھی ہے وسائل سفر بھی ہیں، راستہ بھی پُرامن ہے کوئی رکاوٹ وغیرہ نہیں ہے تو پھر حج کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہ چاروں امور فرائض اسلام ہیں جن کو ارکان اربعہ کہا جاتا ہے۔ یہی چاروں رکن اسلام کی بنیاد ہیں ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ اور ان میں سے کسی کا ترک کرنا فسق اور اسلام کو منہدم کرنا ہے۔

برادرانِ اسلام!

روزہ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اُمت مسلمہ سے پہلے دوسری تمام اُمتوں پر بھی فرض کیا تھا۔ اور روزہ کو فرض کرنے کی بنیادی وجہ یہ بتائی کہ تم متقی وپرہیزگار بن جاؤ۔ جہاں روزہ کے بیشمار فضائل ہیں۔ وہیں اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ روزہ سے دل میں اللہ کا

خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور تمام انبیاء ومرسلین کے بھیجنے، تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو نازل کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے اور وہ صرف اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے بنجائیں۔ اللہ کی الوہیت وحدانیت، عظمت وقدرت کا یقین دل میں جم جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں بار بار مسلمانوں کو مخاطب کر کے تقوی کی تلقین فرمائی گئی ہے متقیوں کے لئے ہدایت وسعادت، فلاح وصلاح کی بشارت سنائی گئی ہے۔ ان کو جنت ومغفرت کی خوشخبری سے نوازا گیا ہے۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت سورۂ بقرہ کے شروع میں صاف کہہ دیا گیا ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ وہ کتاب عظیم ہے جس کی حقانیت میں کوئی شبہ ہے ہی نہیں ہدایت ہے متقیوں کے لئے یعنی قرآن کریم سے نفع وہی لوگ اٹھائیں گے جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہوگا۔ اور اللہ کا خوف پیدا ہوگا تبھی جب نفسانی وشہوانی خواہشات ٹوٹیں گی۔ اور شہوت کو توڑنے والی چیز روزہ ہے۔ اور جب شہوت پرستی کا زور ٹوٹے گا خدا پرستی کا نور پیدا ہوگا۔

برادران اسلام!

یہ تو صاف طور پر واضح ہے کہ قرآن کریم متقیوں کو ہدایت کی راہ پر لگائے گا۔ جس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں قرآن سے اس کو نفع نہیں ہوگا۔ اسلئے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس کو بے خوف ہو کر من چاہے طریقہ پر پڑھنا اور یہ سوچنا

ہدایت وسعادت کے دروازے ہم پر کھل جائیں گے، حماقت ہے۔ بلکہ قرآن کو اس جذبہ کے ساتھ پڑھا جائے کہ یہ اللہ رب العزت کا نازل کردہ قانون ہے۔ اس قادر مطلق کا کلام ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے، جسکو چاہے ہدایت دے، جس کو چاہے گمراہ کرے۔ جس کو چاہے عزت سے نوازے جس کو چاہے ذلّت سے دوچار کرے۔ تو پھر قرآن کا اثر اس کے ظاہر و باطن پر نمایاں ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی شان و شوکت تھی۔ کہ جب اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے تھے تو مارے خوف کے ان کے دل لرزنے لگتے تھے۔ ان پر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔ لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت ان کے ایمان میں زیادتی و نورانیت کا باعث تھی۔

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا۔ یعنی جب اللہ کا کلام ان پر پڑھا جاتا ہے ان کے ایمان میں زیادتی پیدا ہوجاتی ہے۔

عزیزان گرامی!

اور روزہ کس طرح شہوت کو توڑتا ہے کس طرح ہوا وہوس کو ختم کرتا ہے۔ تو بخاری و مسلم کی حدیث ہے:۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوّج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ وجاءٌ (متفق علیہ)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانو کی جماعت تم میں سے جس کو قدرت ہو نکاح کرنے کی تو وہ نکاح کرلے۔ اس لئے کہ نکاح آنکھوں کو زیادہ جھکانے والے ہے۔ اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے۔ اور جس کو نکاح کرنے کی استطاعت وقدرت نہ ہو تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے اسلئے کہ روزہ خواہشات نفس کو توڑدیتا ہے۔

محبان اسلام!

روزہ کی عظمت اور شان وشوکت کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ابنِ آدم کا ہر عمل اس کیلئے ہے اور روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ذرا غور کیجئے جس کا بدلہ اللہ تعالےٰ بذات خود عطا فرمائیں گے اس کی کیا شان ہوگی۔ کتنا زبردست انعام ہوگا اور کتنا عظیم المرتبت ہوگا۔

نیز اللہ کے حبیب ومحبوب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَن صَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَّاحتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِہٖ۔

(بخاری ومسلم)

ترجمہ :۔ جسنے رمضان کا روزہ رکھا ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تو

اس کے تمام پچھلے گناہ بخشدیئے جائیں گے، اور جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا (یعنی تراویح و تہجد پڑھا) تو اس کے تمام پچھلے گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ لیکن بخشش اس صورت میں ہو گی جبکہ رمضان کے روزے اس کی شرائط و آداب کے ساتھ رکھے جائیں۔

روزے کی روح یہ ہے کہ بندہ مومن روزہ کی حالت میں فسق و فجور گالم گلوچ جھوٹ فساد سے محفوظ رہے۔ اللہ کے رسول حبیب کبریا احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه۔

(بخاری و مسلم)

یعنی جس نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کیا تو اللہ کو اس کے بھوک اور پیاس چھوڑنے میں کوئی رغبت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھوانے کی غرض و غایت انسان کو متقی و پرہیز گار صالح و نیکوکار بنانا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ روزہ دار تمام خرافات و منکرات سے خود کو محفوظ رکھے۔

محترم حضرات!

روزہ ایسی عبادت ہے جو پاکیزگی و طہارت، اصلاح و تقویٰ زہد و ورع کا خوگر بناتی ہے روزہ سے جس طرح باطن کی اصلاح ہوتی

ہے۔ اسی طرح جسمانی فوائد بھی بے شمار ہیں۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھو۔ صحت مند رہو گے!

اللہ تعالےٰ سے دُعاء ہے کہ ہمیں رمضان مُبارک کی قدر و منزلت اہمیت وفضیلت سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ

حج عشقِ الٰہی کا مظہر

الحمد للہ الذی ابدعَ الافلاکَ والارضینَ والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ من کان نبیاً وادمُ بین الماءِ والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ۔

فقد قال اللہ تعالےٰ۔ للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

وقال اللہ تعالےٰ۔ اتموالحج والعمرۃ للہ۔ (صدق اللہ العظیم)

بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر واجب ہے جو وہاں تک پہونچنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور اللہ نے فرمایا۔ پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے۔

برادرانِ اسلام!

حج کا زمانہ قریب تر ہے۔ حجاج کرام کے قافلے پوری دنیا سے دیارِ پاک ارض مقدس، اُم القریٰ کی طرف رواں دواں ہیں۔ ہر ایک جذب وکیف

کے عالم میں ہے۔ پوری اسلامی دنیا ہی نہیں بلکہ جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر حج کا تذکرہ ہے۔ دیار حبیب کی باتیں ہیں۔ وادئ بطحا ر کے قصے ہیں۔ روضۂ اقدس کا ذکر ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے توحید کے متوالے کشاں کشاں چلے آرہے ہیں۔ وَاَذِّنْ فی النَّاسِ بالحج یاتوک رجالاً وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔ کی عملی تفسیر کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ لاکھوں افراد احرام کی حالت میں عشق و محبت کی علامت بنے نظر آرہے ہیں۔

نوجوانو!

حج عشق کا رکن عظیم ہے۔ یہ مالی و بدنی عبادت ہے۔ ایک صاحبِ استطاعت مسلمان عاقل بالغ، مرد و عورت پر حج کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس زاد راہ ہو اور ایسی سواری ہو کہ جو اس کو بیت اللہ شریف تک پہونچا دے پھر بھی اس نے حج نہیں کیا تو وہ یہودی بنکر مرے۔ یا نصرانی بن کر مرے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔ اور بالکل اسی مفہوم کی حدیث ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے دارمیؒ نے روایت کی ہے۔

حضراتِ گرامی!

الحجُّ اشھرٌ معلومٰتٌ فرما کر اللہ تعالےٰ نے حج کرنے کا وقت اور زمانہ بھی بتا دیا ہے۔ اور حج کے اصول وضوابط کا ذکر فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (رکوع ۱ پارہ ۲) سے کر دیا۔ اگر ہم حج کی معنویت پر غور و فکر کریں تو حج کے جمیع ارکان وافعال میں عشقِ الٰہی کی روح کار فرما نظر آتی ہے۔ جس طرح ایک عاشق اپنے مجازی محبوب کی محبت میں مبتلا ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر صرف اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے اس کے در و بام کا چکر لگاتا ہے۔ اس کے نقشِ پا کو چومتا ہے، اس کے گھر کے در و دیوار کو چومتا ہے اس کی گلیوں میں رات دن گھومتا ہے کہ کس طرح سے محبوب کی ایک جھلک نظر آجائے۔ دیدارِ محبوب سے سرفراز ہو جائے۔ اور اس کے عشق کی تپش، محبت کی سوزش اور بے قراری و اضطراب کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے بیگانہ بن جاتا ہے۔ نہ کھانے کا ہوش نہ ہی جسم و لباس اور نہ ہی بال و گریباں کا خیال ہے بس وہ تو اس عربی شعر کا مصداق بنجاتا ہے۔ جسکو مجنوں نے اپنی لیلیٰ کے لئے کہا تھا۔ ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَا الجِدَارِ وَ ذَا الجِدَارُ
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

برادرانِ اسلام!

بالکل یہی حالت ایک حاجی کی ہوتی ہے احرام کی حالت میں چاک گریبان ہے، بال بکھرے ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، بدن گرد وغبار آلود، ننگے پاؤں مکہ مکرمہ کی وادیوں میں بھٹک رہا ہے۔ پہاڑوں اور وادیوں کو طے کر رہا ہے دنیا کا کوئی ہوش نہیں، کسی کی فکر نہیں، نہ کسی کی یاد ہے۔ اس کے سامنے صرف ایک ذات ہے۔ خداوند قدوس کی ذات، رب العالمین کی ذات۔ احکم الحاکمین کی ذات، وہ بس اسی کو پکارتا ہے۔ آتے جاتے، اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، پہاڑوں پر چڑھتے، وادیوں میں چلتے، سعی کرتے بازاروں میں گھومتے ہوئے صرف اپنے معبود حقیقی کو پکارتا ہے۔ لبیك اللّٰھم لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ لك والملك لاشریك لك لبیك۔

بس یہی صدا ہے، بیقراری کا یہ حال ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے درِ محبوب کا چکر لگاتا ہے ملتزم سے چمٹ کر روتا ہے۔ غلاف کعبہ کو تھامے دُعائیں کرتا ہے۔ آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں۔ دل شدت جذبات سے دھڑک رہا ہے۔ زبان عالم حیرت میں گنگ ہے۔ ہوش وخرد سے بیگانہ ہو کر کعبہ کو دیکھتا جاتا ہے۔ روتا جاتا ہے۔ جب ہوش آتا ہے تو طواف کرنے لگتا ہے۔ کبھی صفا و مروہ پر سعی کرتا ہے۔ کبھی منیٰ کے میدان میں خیمہ زن ہے

تو کبھی مزدلفہ میں رو رو کر مناجات کر رہا ہے اور کبھی میدان عرفات کے ریگستان میں ننگے پاؤں کھڑا ہے۔ دُعائیں کر رہا ہے۔ مناجات کر رہا ہے۔ اپنی بیتی سنا رہا ہے۔ اپنا دکھڑا سُنا رہا ہے۔ اپنے درد کو بیان کر رہا ہے۔ دوری و مہجوری کا ذکر رہا ہے۔ مدینہ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کا دیدار کرتا ہے۔ گنبد خضرا کو بے تابانہ تک رہا ہے۔ اس ذات پاک کو یاد کرتا ہے جو حبیب کبریا ہے۔ رحمت عالم ہے۔ اس پر درود سلام بھیجتا ہے اپنی محبت کا ذکر کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پکارتا ہے۔ یارسول اللہ آپ کا یہ غلام آپ کے در پر محبت وعقیدت کا نذرانہ لیکر حاضر ہوا ہے اللہ اس کو قبول فرمائیں۔ اپنے اس غلام کی خستہ حالی پر رحم فرمائیں۔ اس گنہگار پر نظر کرم فرمائیں۔

برادرانِ اسلام!

حج عشق الٰہی کا مظہر ہے۔ اسلامی اتحاد کی علامت ہے۔ ملی اتفاق کی نشانی ہے۔ حج عدل ومساوات کا درس دیتا ہے حج فدائیت وفنائیت کا سبق دیتا ہے۔ حج پرچم توحید کی سربلندی کا مظہر ہے۔ حج عرفان وآگہی کی علامت ہے۔ حج عبدو معبو کے ربط وتعلق کی تجدید ہے حج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں کی تجدید ہے۔ حج خاندان ابراہیم کی یادگار ہے۔ حج حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ

علیہما السلام کی قربانیوں، اطاعت گذاریوں اور ایثار و رضاء کی یادگار ہے اور خاندان ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی عشق الٰہی سے عبارت ہے۔ اس لئے حج عشق الٰہی کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اس دیار حبیبؐ میں جانے کا شرف عنایت فرمائے۔ (آمین)

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دورِ جدید میں
فِتنوں کا مقابلہ کیسے کریں؟

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اما بعد!

برادران عزیز!

ہم دورِ جدید کو شرور فتن کا دور کہیں گے، انحطاط وزوال کا دور کہیں گے، فقدان وحرمان کا دور کہیں گے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بھائی کس بنیاد پر آپ عصرِ جدید کو فتنوں کا زمانہ کہہ رہے ہیں جبکہ تمام مفکرین ودانشوران عالم اس عہد کو انسانی زندگی کا عہدِ زریں کہتے ہیں۔ علوم وفنون کا دور ذہبی کہتے ہیں۔ تحقیقات وایجادات کی ارتقاء اور تہذیب وتمدن کے عروج کا دور کہتے ہیں۔ یہ بلاشبہ انسان کی کامیابی وکامرانی کا دور ہے۔ اختراعات وابدعات کا دور ہے۔ آج انسان اپنی عقل وفراست سے ان بلند مقام پر پہونچ چکا ہے۔

جس کا تصور بھی عہد ماضی میں محال تھا۔ انسانوں نے اپنے فکر وفن سے دنیا کو تابع کر لینا ہے۔ خلائے بسیط کو مسخر کر لیا ہے۔ فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ سمندروں کی گہرائیاں ناپ رہا ہے۔

بھائیو!

یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دورِ جدید فتنوں کا دور ہے۔ نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ انسانیت کی تذلیل ہو رہی ہے۔ شرافت وانسانیت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ لادینیت، لامذہبیت اباحیت، الحاد وارتداد اپنی تمامتر رذالتوں کے ساتھ پھیل رہی ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ نیا دور نئے فتنے لا رہا ہے۔ جاہلیت نئے روپ میں ظاہر ہو رہی ہے۔ حیوانیت نیا جنم لے رہی ہے۔ درندگی پھر سے بیدار ہو رہی ہے، شرک کی ہزاروں قسمیں نکل آئی ہیں، اور طاغوتی طاقتیں نئے نئے فرعونوں کو پیدا کر رہی ہیں۔ مغرب میں اب انا ربکم الاعلیٰ کہنے والوں کی کمی نہیں، صلیبیوں نے پھر سے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اور یوگو سلاویہ میں سربی درندے، بوسنیا کے حریت پسند مظلوم مسلمانوں پر گدھوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہندوستان میں فرقہ واریت کا عفریت مسلمانوں کو نگلنے کی تیاری کر رہا ہے۔ انتہاء پسند ہندو اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں نت نئے طریقے سوچتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ہلاک وبرباد کرنے کی نئی نئی راہیں تلاش

کی جا رہی ہیں۔

الغرض مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک بین الاقوامی پیمانے پر اسلام کے خلاف سازشیں ہیں۔ فتنے ہیں۔ اسلام سوز، ایمان سوز۔ انسانیت سوز فتنے اُبھر رہے ہیں۔ مادیت، الحاد، قوم پرستی، وطنیت، قبائلی علاقائی، فتنے جنم لے رہے ہیں۔ اور نہ جانے کتنے فتنے اس وقت جہنم کے شعلے کی مانند بھڑک رہے ہیں۔ اور پورے پورے اسلامی ملکوں کو جلا کر خاک کر دینا چاہتے ہیں۔ اور صحابۂ کرام، مجاہدین اسلام اور ائمہ عظام کے کارناموں پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں۔

برادران اسلام!

ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے، ان شورشوں کو دبانے کے لئے، ان ہنگاموں کو ختم کرنے کیلئے ایسے باکمال افراد کی ضرورت ہے۔ جن کے عزم و حوصلہ کے سامنے چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ جن کی عظمتوں کے سامنے ہمالیہ سرنگوں ہو جائے۔ جن کے ایمانی جذبات کے آگے باطل افکار و نظریات دب جائیں، جنکے یقین و اعتماد، صلاح و تقویٰ، توکل و استغناء کی گواہی خود مخالفین دینے لگیں۔ معاندین دینے لگیں۔

بھائیو!

آج مسلمانوں کی کثرت کا کیا پوچھنا۔ ان کی دولت و ثروت کا کیا کہنا۔

سچ کہتا ہوں، آج مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے۔ سونا اور قیمتی دھات اگلنے والی زمین۔ سرسبز و شاداب علاقے پیٹرول گیس کے کنویں، ہیرے جواہرات کی کانیں۔ عیش و عشرت کے سامان، بڑے بڑے محلات، عظیم الشان دیو پیکر جہاز کیا کیا نہیں ہے۔ مگر ایسے افراد نہیں ہیں جو ذہنی ارتداد، فکری ارتداد دینی ارتداد اور عملی شرک و منافقت کے خلاف جم کر کام کر سکیں۔ اخلاق واقدار سے خالی، اعمال و کردار سے عاری مادیت پرست انسان کو انسانیت سکھا سکیں۔ دشمنان اسلام کا قلع قمع کر سکیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کو بے نقاب کر سکیں۔ صلیبیوں، یہودیوں، صہیونیوں کی یلغار کو روک سکیں۔ فرعون مصر اور نمرود زمانہ کے لئے ابراہیم و موسیٰ بنجائیں۔ فتنہ ارتداد کیلئے ابو بکر صدیق بنجائیں۔ کفار و مشرکین کے لئے عمر فاروق بنجائیں۔ قیصر و کسریٰ کے لئے خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن الجراح بنجائیں۔ مصر کے سرکشوں کیلئے عمرو بن العاص اور اندلس کے عیسائیوں کے لئے طارق بن زیاد بنجائیں۔ آہ! آج زمانہ صلاح الدین ایوبی کو آوازیں دے رہا ہے۔ بوسینا کے مظلومین راہ تک رہے ہیں کہ کوئی صلاح الدین آئے اور سربیائی درندوں سے انکو بچائے بیت المقدس انتظار کر رہا ہے کہ سلطان اعظم صلاح الدین ایوبی اسے آزاد کرائے۔ مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے مہدی و مامون کی ضرورت ہے۔ فتنوں۔ سازشوں، شورشوں کو دبانے کیلئے ابو جعفر منصور کی ضرورت ہے۔

محبانِ اسلام!

آج ہندوستان کو محمد بن قاسم کی تلاش و جستجو ہے، سندھ کے ساحل اس کا انتظار کر رہے ہیں. باطل مذاہب و ادیان کی ریشہ دوانیاں، فتنہ انگیزیوں، افتراء پردازیوں، بہتان تراشیوں سے ملت اسلامیہ کے عقائد و ایمان کو بچانے کیلئے امام غزالی کی ضرورت ہے، امام رازی کی ضرورت ہے، ابن تیمیہ کی ضرورت ہے ابن قیم کی ضرورت ہے. اور بدعات و رسومات کے بادل میں آفتاب اسلام چھپ گیا ہے. اس کی روح پرور کرنیں دھندلائی دکھائی دینے لگیں. ضرورت ہے کہ کوئی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی پیدا ہو، شاہ ولی اللہ پیدا ہو. شاہ عبدالعزیز پیدا ہو، اسماعیل شہید پیدا ہو، قاسم نانوتوی پیدا ہو. رشید احمد گنگوہی پیدا ہو.

دوستو!

یہی نہیں وطن عزیز کی آبرو نیلام ہو رہی ہے. فرقہ پرور متعصب افراد وطن عزیز کو غلام بنانا چاہتے ہیں. اس کی آبرو کو بر سر عام نیلام کرنے کے درپے ہیں. لہٰذا کوئی شیخ الہند کھڑا ہو، کوئی شیخ الاسلام تیار ہو. کوئی ابوالکلام آزاد بنجائے. کوئی حفظ الرحمٰن سیوہاروی بنجائے. کوئی محمد علی جوہر بنجائے. آج فتنوں، سازشوں، نفرتوں، عداوتوں، کدورتوں نے مسلمانوں کو تقسیم کر دیا ہے. دل بٹ گئے ہیں. خاندان بٹ گئے ہیں. اور اتحاد و اتفاق

ختم ہو چکا ہے۔ انتشار و خلفشار پیدا ہو گیا ہے۔ ہندو مسلم کا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے تو تم میں سے کوئی معین الدین چشتی بن جائے تاکہ وحدت کا گیت گائے۔

دوستو!

تم تڑپتی، بلکتی، سِسکتی، جاں بلب، سوختہ، شکستہ انسانیت کی ہدایت و حیات کے لئے بختیار کاکی کیوں نہیں بنجاتے۔ نظام الدین اولیاء کیوں نہیں بنجاتے۔ باقی باللہ کیوں نہیں بنجاتے۔ صابر کلیری کیوں نہیں بن جاتے۔ بابا فرید کیوں نہیں بنجاتے۔ بابا تاج الدین کیوں نہیں بنجاتے۔

برادران اسلام!

آج کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے۔ آج کے مشکلات کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اصلاح عالم کا حق وہی لوگ ادا کر سکتے ہیں۔ جنکے اندر روح بلالی کارفرما ہے۔ شانِ فاروقی کارفرما ہے۔ عزم حیدری کارفرما ہے۔ استقامت صدیقی کارفرما ہے۔ جذبہ ایوبی کارفرما ہے۔ آج زمانہ نمرودوں کو سبق سکھانے کے لئے ابراہیم کی تلاش میں ہے، فرعونوں کی ہلاکت کے لئے موسیٰ کی جستجو میں ہے۔ لہٰذا اپنے اندر وہی شان پیدا کرو۔ وہی آن پیدا کرو۔ وہی ایمان و توحید پیدا کرو۔ وہی یقین پیدا کرو۔ وہی توکل پیدا کرو۔ وہی عزم پیدا کرو۔ وہی حوصلہ پیدا کرو۔ وہی ولولہ، وہی جوش، وہی ہوش پیدا کرو۔

وہی اُمنگ، وہی رغبت پیدا کرو۔ وہی خواہش پیدا کرو۔ جو صحابہ کی صفت تھی۔ مجاہدین کی صفت تھی، پیکرِ اخلاق بن جاؤ، خوگر عمل بنجاؤ۔ جبل استقامت بنجاؤ۔ اشداء علی الکفار بن جاؤ۔ رحماء بینہم بنجاؤ۔ پھر پرچم اسلام لہراتے ہوئے۔ ترانہ توحید گنگناتے ہوئے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل جاؤ، ملکوں کا سفر کرو۔ وادیاں طے کرو۔ پہاڑوں کی سیر کرو۔ دریاؤں کو عبور کرو۔ گھاٹیوں کو پار کرو۔ اور ہر طرف ہر جگہ اسلام کا پیغام پہونچاؤ، انسانیت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ دشمنان اسلام کی فتنہ انگیزیوں کے خلاف تحریک چھیڑ دو۔ نفرت بھڑکتے شعلوں کو محبت واخلاق کے آب وحیات سے بجھادو۔ کدورتوں اور عداوتوں کو پیار والفت کے ترانوں سے مٹادو۔ اور فتنہ پروروں کی تمام سازشوں کو بے نقاب کردو۔ یہی اسلام کا مطالبہ ہے۔ یہی قرآن کا تقاضہ ہے اور یہی میری استدعا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا خطرہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسانٍ الی یوم الدین۔

امابعد!

برادرانِ اسلام!

آج ہمارے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا خطرہ کیا ہے؟ اس سوال کی نوعیت ہی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خطرات سے مُسلمانوں کو چھٹکارا نہیں۔ اس دنیا میں جب تک اسلام اور مسلمان رہیں گے۔ ان کے اردگرد خطرات منڈلاتے رہیں گے۔ کیونکہ معاملہ کسی قوم یا ملّت کا نہیں معاملہ حق و باطل کی آویزش کا ہے۔ معاملہ خیر و شر کی کشمکش کا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ؎ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

برادرانِ ملت!

شاعر نے حق و باطل کی ستیزہ کاری کو جس واضح انداز میں بیان کیا ہے در حقیقت یہ قرآنی فرمان کے عین مطابق ہے۔ یُرِیدُونَ لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ مُتم نورہٖ ولو کرہ الکفرون (ترجمہ) یعنی یہ باطل پرست، اصنام پرست اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادینا چاہتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والے ہیں۔ اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں، علامہ اقبال نے اپنی زبان میں اس آیت کی کتنی عمدہ تفسیر بیان کردی ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

برادرانِ اسلام!

پوری اسلامی تاریخ شرک و کفر، کفر و توحید، حق و باطل، خیر و شر کے درمیان کشمکش کی داستانوں سے بھری ہے، چودہ سو سال پر محیط اسلامی تاریخ انہیں محاذ آرائیوں سے عبارت ہے انہیں خطرات سے معنون ہے۔ ہر دور میں اسلام کے شجر ثمر بار کے خزانوں کا خطرہ ہے۔ قصر حق کیلئے طاغوتی یلغار کا خطرہ ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تحریف کا خطرہ ہے۔ کبھی باطل فرعونوں نے سر اٹھایا، تو کبھی تاتاری فتنوں تے کبھی صلیبی جنگوں کا زور تھا تو کبھی سامراجی سازشوں نے خطرہ پیدا کیا۔ کبھی یہودیوں کی خفیہ تحریکیں سب سے بڑا خطرہ

تھیں تو کبھی یورپ وامریکہ کی مسلم کشی سب سے بڑا مسئلہ تھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ حالات میں مُسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ کونسی چیز ہے۔

سامعین کرام!

جہاں تک عالمی سطح پر خطرات کی بات ہے تو یہ بڑا مشکل مرحلہ ہے کہ کس طرح مُسلمانوں کے لئے سب سے بڑے خطرے کا تعین کیا جائے۔ ایک مسلمان کے لئے امریکہ کی اسلام دشمنی بھی سب سے بڑا خطرہ ہے، فرانس کی عداوت بھی سب سے بڑا خطرہ، برطانیہ کی سازشیں ذہنیت بھی سب سے بڑا خطرہ ہے، اسرائیل کی فریب کاری بھی سب سے بڑا خطرہ ہے۔ پوری اسلامی دنیا ان خطرات میں گھری ہے۔ ان ممالک میں سے کوئی بھی اسلام کے پرچم کو لہراتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ مسلمانوں کو علمی وفکری، دینی وعملی، ادبی وثقافتی، اقتصادی وسیاسی میدان میں ترقی کرتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہ وہ ممالک ہیں جو دوستی کے نام پر دشمنی کرتے ہیں۔ دوا کے نام پر زہر دیتے ہیں، تعمیر کے نام پر تخریب کاری کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام!

یقیناً دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں، سازشوں اور تحریکوں اور اسلام دشمن تنظیموں، اور ان کے شب وروز کی سرگرمیوں اور معاندین حق کی فتنہ انگیزیوں کو ہم اسلام اور مسلمانوں کے لئے خطرہ کہتے ہیں۔ حق

بجانب ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں پیش آنے والے خطرات، پیدا ہونیوالے مسائل سے باخبر رہنے اور ان کے مقابلہ کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک مومن کسی بھی صورت میں اپنے دشمنوں سے غافل نہیں رہ سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے:- وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (پ۱۰ سورہ انفال)

مُحبانِ اسلام!

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے اسلاف نے کسی بھی دور میں اسلام دشمن تحریکوں، تنظیموں، جماعتوں سے چشم پوشی نہیں کی۔ جب بھی سفینۂ اسلام گرداب بلا میں پھنسا ہزاروں جان نثار تیار ہو کر کشتی اسلام کو بچانے کیلئے بھنور میں کود پڑے جب قصرِ دین کو خطرہ لاحق ہوا۔ ہزاروں مجاہدین سینہ سپر ہو گئے۔ لیکن ماضی میں جتنے بھی خطرات پیش آئے۔ وہ خارجی خطرات تھے۔ جن افراد نے ان خطرات کا مقابلہ کیا۔ ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت تھی۔ اسلئے کہ وہ عمل و کردار میں بے مثال تھے۔ دینی حمیت و خودداری، اسلام سے سچی محبت، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت۔ صلاح و تقویٰ کی زندگی گذارنے والے، حق کے لئے جان قربان کرنے والے۔ ایمان و عقیدہ کی صبر و شکر اور استقامت فی الدین ان کا شعار تھا۔ وہ اسلام کے سچے سپاہی تھے۔ دین کے مخلص محافظ تھے۔ اسلئے تمام خطرات کے باوجود اسلام پھیلتا رہا۔

دلوں کو سکون بخشتا رہا۔ لیکن آج جو مسلمانوں کو خطرات لاحق ہیں۔ ان میں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کو دینِ اسلام سے دوری ہے۔ یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آج ہم کو اسلام کی وہ حلاوت نصیب نہیں جو کمال ایمان کی دلیل ہے۔ قرآن کریم سے وہ ربط و تعلق نہیں جو ہمارے اسلاف اور اصحاب رسولؐ کی شان تھی جن کے بارے میں قرآن فرماتا ہے :۔

اور نہ وہ روح بلالی ہے۔ نہ زہدِ غفاری ہے، نہ خالد کی شجاعت ہے، نہ فاروق کی عدالت، نہ عبیدہ کی امانت ہے۔ نہ علی کی ذہانت، نہ عثمان کا ایثار ہے۔ نہ ابوہریرہ کی محبت نہ صحابہ کی سی طاعت ہے۔ نہ اسلاف کی سی تابعداری ہم پر دینی جمود اور عملی تعطل طاری ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ مساجد سے دور۔ بازاروں، گلیوں کا شیدائی، نماز سے بیگانہ، سینما کا دیوانہ ہے۔ اسی بے راہ روی نے دشمنوں کی تمام سازشوں کو کامیاب کر دیا ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیری قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی

معزز سامعین! —— ایسے حالات میں ہم بیش آنے والے

خطرات کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ۔ من کان لِلّٰہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

نورِ حق شمع الہٰی کو، بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون

لیکن جب ہم ہی کمزور ہیں تو پھر خطرات کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ اسلام تو اپنے ماننے والوں کو عمل کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ جبکہ ہم عمل ہی میں کورے ہیں۔

یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین کی تمام سازشیں ناکام ہو جائیں گی مغربی تمدن کے تمام خطرات ٹل جائیں گے۔ ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اور دنیا۔ کم من فئۃٍ قلیلۃ غلبت فِئَۃً کثیرۃ (پ۲ سورہ بقرہ) کا منظر دیکھے گی۔ اگر ہم عمل و کردار کے پیکر بنجائیں اور صلاح و تقویٰ کے خوگر اور اتحاد و اتفاق کا نمونہ بنجائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے پکے مخلص مطیع و فرماں بردار بنجائیں

اصلاحِ تربیت میں
عربی مدارس کا کردار

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسانٍ اِلی یوم الدین

امابعد!

برادرانِ ملت!

آپ حضرات سے خطاب کرنا ہے، آج جبکہ ہر جگہ اسلامی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے روگردانی ہو رہی ہے، اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی سازش ہو رہی ہے، قرآن وحدیث سے بغاوت کی باتیں ہو رہی ہیں اور اسلامی تہذیب وتمدن پر اعتراضات ہو رہے ہیں خود مسلمانوں میں اسلامی اقدار کا پاس ولحاظ نہیں۔ نوجوانوں میں بے راہ روی، اسلامی تعلیمات سے بغاوت عام ہے۔ ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ایسے نازک اور پُرفتن دور میں اسلام کی اعلیٰ قدریں کس جگہ پائی جارہی ہیں کس مقام پر اسلامی تعلیمات پر عمل ہوتا ہے اور اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا کام ہوتا ہے۔ اصلاح وتربیت کا کام ہوتا ہے۔

عزیزانِ ملت!

میں نے عرض کیا ہے کہ عربی مدارس ہی اسلامی اقدار کے پاسبان ہیں۔ انہیں مدارس میں اسلام زندہ ہے اسلامی تہذیب وتمدن زندہ ہے، اسلامی تعلیمات زندہ ہیں۔ اسلامی معاشرت وماحول باقی ہے۔ اسلام کے روح پرور تعلیمات پر عمل ہوتا ہے لہٰذا پہلے ہم مدارس عربیہ کے مقام ومنصب کو سمجھ لیں ان کی اہمیت ومرتبہ سے آگاہ ہولیں اور جان لیں کہ اس عہد الحاد ودور ارتداد میں عربی مدارس کتنی زبردست اہمیت کے حامل ہیں، ان کا وجود کتنا ضروری ہے، ان سے تعلق وربط کس قدر ضروری ہے۔ مدارس عربیہ سے کنارہ کش ہونا اور ان سے غفلت برتنا مسلمانوں کے لئے کتنا نقصان دہ ہے۔

محبانِ اسلام!

مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر ہے، جہاں سے اسلامی آبادی، بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔ مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے، پوری انسانی زندگی کی نگرانی کیجاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے

عالم پر نافذ ہے۔ عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں۔ مدرسہ کا تعلق براہ راست نبوت محمدی سے ہے جو عالمگیر بھی ہے اور زندۂ جاوید بھی اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جوان ہے اسی زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں دواں ہے۔ جہاں نبوت محمدی کی ابدیت اور زندگی کا نمو اور حرکت دونوں پار ہے ہیں۔

برادران اسلام!

ہندوستان جیسے غیر مسلم اکثریتی ملک میں جہاں بظاہر سیکولر حکومت ہے آئینی و دستوری طور پر تمام مذاہب کے ماننے والے کو آزادی حاصل ہے مگر عملی طور پر مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کی ظلم و زیادتی ہوتی ہے۔ سرکاری طور پر مسلمانوں سے جانبدارانہ سلوک ہوتا ہے۔ انتہا پسند ہندو تنظیمیں اسلام اور مسلمان کے خلاف زہر اگلتی رہتی ہیں، اور اسلام کے روشن چراغ گل کرنے کی بھرپور کوشش ہو رہی ہیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو ختم کرنے اور ہندو و مغربی تہذیب کو فروغ دینے کی ہر جائز و ناجائز صورت اختیار کی جارہی ہے ایسے پُرفتن ماحول اور اسلام دشمن افراد کے درمیان اسلامی اقدار کی حفاظت اگر کہیں ہو رہی ہے اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کا کوئی ذریعہ ہے اسلامی تہذیب و تمدن کا کوئی مرکز ہے دینی حمیت و ملی خودداری کا کہیں اظہار ہے تو وہ عربی مدارس ہیں جہاں انسانیت نوازی کا درس ملتا ہے جہاں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی ہیں، جہاں خلوص و للہیت

صلاح وتقویٰ کی باتیں ہوتی ہیں جہاں ایمان وعمل اور معرفت ویقین کا فیض جاری ہوتا ہے، جہاں ملّت کے غمگسار قوم کے رہنما اور دین کے سپاہی پروان چڑھتے ہیں، جہاں اخوت ومساوت، اتحاد واتفاق کا سبق دیا جاتا ہے۔ جہاں پر عداوت ونفرت، تعصب ونخوت کے خلاف اعلان جہاد کیا جاتا ہے

برادرانِ ملّت!

لیکن مدارس عربیہ جن سے مسائل ومعارف کے سوتے پھوٹتے ہیں اور علوم وفنون کا نور پھیلتا ہے جہالت وضلالت کی تاریکی دور ہوتی ہے۔ سخت خطرات میں گھرے ہیں دشمنانِ اسلام کو یہ مراکز ایک آنکھ نہیں بھاتے ان کا وجود باطل پرست کے لئے کانٹا ہے۔ لہٰذا ان مدارس پر دہشت گردی کو فروغ دینے باغیانہ مزاج بنانے کا الزام لگاکر آئے دن حملے ہورہے ہیں حکومت بی جے پی آر ایس ایس، شیوسینا، وشوہندوپریشد کے غنڈوں کی ہر قسم کی دہشت گردی کو نفرت انگیزی کو فرقہ پرستی کو دیکھ رہی ہے۔ مگر آنکھیں بند کئے ہے اور مسلمانوں کے دینی وتعلیمی اداروں پر جھوٹا الزام لگاکر مسلمانوں کو نقصان پہونچانے، پریشان کرنے اور ہراساں وخوف زدہ کرنے اور اسلام سے دور کرنے کی پوری کوشش کررہی ہے۔ معمولی معمولی باتوں کو ہوّا بناکر پیش کیا جاتا ہے، عربی مدارس کو بند کرنے اور ان پر قبضہ کرنیکا بہانہ تلاش کیا جاتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے ملّی ودینی تشخص

کو باقی رکھنے کے لئے ان مدارس کی حفاظت جان سے بڑھ کر کریں۔ ان مدارس کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ آیئے ہم ان مدارس کو ہر حال میں باقی رکھنے کا عہد کریں۔ اسلئے کہ یہی اسلامی اقدار کے محافظ وپاسبان ہیں۔!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ہندوستانی مسلمانوں کے

مسائل اور اُنکا حل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین

اما بعد !

برادران ملت اسلامیہ !

مسلمانانِ ہند گوناگوں مسائل سے دوچار ہیں بے شمار مشکلات کا شکار ہیں کوئی ایک دو مسئلہ ہوتا تو کوئی بات نہیں مگر یہاں تو قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ نت نئے مسائل ہیں حالانکہ ان موضوعات پر بحثیں بھی ہوتی ہیں بیان بھی جاری ہوتے رہتے ہیں۔ کانفرنسیں بھی کیجاتی ہیں اور مسلم مسائل کے حل کے لئے سرکاری وغیر سرکاری پلان بھی سامنے آتا ہے۔ دانشورانِ قوم و ملت کی آراء بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

گلشنِ ہند کے باغبانو !

پے درپے کے مصائب و آلام، مسائل و مشکلات نے مسلمانوں کی

کمر توڑ دی ہے، ان کو شکست وریخت میں مبتلا، کر دیا ہے، ان کے جذبات کو مجروح اور ان کے عزائم کو پست کر دیا ہے، لیڈران قوم کی متعصبانہ ذہنیت، جانبدارانہ سیاست، حکمراں جماعت کی بے حسی، حزب اختلاف کی مطلب پرستی، عدلیہ کی بے انصافی، انتظامیہ کی فرقہ پرستی، پریس و صحافت کی اشتعال انگیزی و غلط بیانی، پی اے سی کی بربریت، پولس کی عصبیت نے ہندوستان کے پندرہ کروڑ مسلمانوں کو عملی طور پر دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا ہے، جس کو دیکھو مسلمانوں کے خلاف زہر اُگل رہا ہے آزادئ ہند کے بعد ہی سے یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے خلاف فتنہ انگیزیاں ہونے لگی تھیں۔ جیسے جیسے ماہ و سال گذرتے گئے ان میں شدت آتی گئی۔ حالات خراب سے خراب تر ہو گئے، آزادی کے بعد تو فسادات ایک خطرناک مسئلہ تھا جہاں کہیں بھی مسلمان خوشحال نظر آئے، متحد دکھائی دیئے وہاں فسادات کی آگ بھڑکا دی گئی اور اس بات کی پوری کوشش ہوتی رہی کہ ہندو مسلم اتحاد کسی صورت میں برقرار نہ رہے کانگریس کی پالیسی یہ تھی کہ فسادات کرائے جائیں اور فرقہ پرست، انتہا پسند جماعتوں کو الزام دیا جائے خود کو مسلمانوں کا قومی ہمدرد ثابت کرتی تھی مگر عملی طور پر مسلمانوں کو کمزور سے کمزور تر کرنے میں بھرپور حصہ لیتی تھی کبھی کسی بھی فساد میں بلوائیوں کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ مجرموں کو سزا نہیں سنائی گئی، پی اے سی

کو مسلم مخالف فورس بنادیا گیا مقصد یہ تھا کہ مسلم ووٹ ہر حال میں کانگریس کو ملتے رہیں اور اسی صورت میں یہ کام ممکن ہوگا جب کہ سیکولر جماعت کا لبادہ اوڑھ لیا جائے، کانگریس نے اسپر عمل کیا۔

دوسری طرف مسلمانوں کو انکے تہذیبی ورثے سے محروم کرنے انکو سرکاری ملازمت سے دور رکھنے، اور مُسلمانوں کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے کرنے کے لئے ہندی کو سرکاری زبان بناکر اُردو مخالف جذبات کو بھڑکایا گیا اُردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر اس کے خلاف تحریک چھیڑ دی گئی اور سرکاری دفاتر سے اُردو کو بے دخل کر دیا گیا اُردو جاننے والے مسلم آفیسر ون کی ترقیاں روک دی گئیں، صرف اُردو جاننے والے ملازمین کو نوکریوں سے برخاست کر دیا گیا اور آج تک اُردو "محروم القسمت" ہے وعدے ہوتے ہیں، بیانات دیئے جاتے ہیں، لیکن عملی طور پر اُردو سے سوتیلا پن ہو رہا ہے اس کو تقسیم کی ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔

حضرات سامعین!

وقت کا قافلہ بڑھتا گیا مسلمانوں کے لئے مسائل پیدا کرتا گیا پھر یوں ہوا کہ مسلمانوں کے کارناموں کو وطن کی آزادی میں انکی بے مثال قربانیوں کو، ان کی حب الوطنی کی ولولہ انگیز داستانوں کو، انکی سرفروشی کی سچی کہانیوں کو تاریخ کے اوراق سے محو کیا جانے لگا اور ایسے مضامین

داخل نصاب کئے گئے جنکو پڑھ کر مسلمانوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو، عداوت میں شدت پیدا ہو، سلاطین ہند کو غیر ملکی حملہ آور کا لقب دیا گیا۔ بابر کو محمود غزنوی کو اورنگ زیب کو ڈاکو، لٹیرا، ہندوؤں کا دشمن، مندریں توڑنے والا بتایا گیا اور جب اُردو سے نابلد، مسلمانوں کی تاریخ سے ناواقف مسلمانان ہند کو غدار سمجھنے والی ایک نسل تیار ہو گئی تو فرقہ پرستوں کو ایک قوت حاصل ہو گئی ان کے گھناؤنے عزائم کھل کر سامنے آگئے، مسلمانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا جو آتش فشاں اندر ہی اندر کھول رہا تھا اچانک پھٹ پڑا اور مسلمانوں کو بھسم کرنے کے لئے تیزی سے بڑھنے لگا، بابری مسجد کا پُرانا جھگڑا دوبارہ زندہ کیا گیا۔ بند تالا حکومت نے کھلوایا اور اس طرح فرقہ پرستی کے فلیتے کو آگ دکھادی، ہندو مسلمانوں کھل کر سڑکوں پر آگئے بھاجپا آر ایس ایس، شیو سینا، وشو ہندو پریشد بجرنگ دل جیسی مُسلمانوں کی کٹر دشمن پارٹیاں گلی گلی کوچے کوچے گاؤں گاؤں دیہات قصبے قصبے نفرت کی آگ لگانے لگیں، یاتراؤں کا سیلاب آگیا۔ حکومت کی سرپرستی میں رتھ یاترا نکلی اور پورے ملک میں ہندوتو کی لہر دوڑ گئی، فضا کو مسموم کرنے کے لئے، مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے سیاسی لیڈران ہی کیا کم تھے، امن کے پیامبر، اہنسا کے پجاری دیش بھگتی کا درس دینے والے رام کی مالا

جینے والے سادھو سنت اور شنکر اچاریہ بھی گپھاؤں سے باہر آگئے سب کا نشانہ مسلم اقلیت تھی سب کو شکایت اسلام سے تھی، بے شمار مسائل پیدا ہوگئے مسائل کا انبار لگ گیا اور لاکھوں فرقہ پرست جنونی قانون کی دھجیاں اڑاتے قانون کا مذاق اڑاتے جے شری رام کا نعرہ لگاتے آگے بڑھے اور بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ فرقہ پرست اور حکومت بھی مل گئی اور پھر پورے ہندوستان میں فسادات کا طویل بھیانک دلدوز، انسانیت سوز سلسلہ شروع ہوگیا۔ نہتے مسلمانوں پر فورس کی گولیاں برسنے لگیں فسادیوں کے برچھے چلنے لگے، بلوائیوں کی کٹاریں، جنونیوں کی تلواریں برسنے لگیں ہندوستان مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہوگیا۔

برادرانِ ملت!

انسانیت رو رہی تھی، شرافت ماتم کر رہی تھی، محبت غائب ہوگئی تھی، حیوانیت بہیمیت قہقہے لگا رہی تھی، جہالت رقص کر رہی تھی، عداوت دندناتی پھر رہی تھی اور ساری دنیا ہندوستان پر تھوک رہی تھی۔ مگر بے غیرت سیاست کو شرم نہ آئی۔ بدنام حکومت کو حیا نہ آئی، ہندوستان بدنام ہوتا ہے تو ہوتا رہے دستور بدنام ہوتا ہے ہوتا رہے، انسانیت مر رہی ہے تو مرتی رہے ہوس اقتدار تو زندہ ہے۔ نشہ حکومت تو برقرار ہے اور اسلام تو مجروح ہو رہا ہے مسلمانوں کو سبق تو مل رہا ہے۔ اسرائیل

کا مشن تو پورا ہو رہا ہے، امریکہ کی مرضی تو چل رہی ہے، روس کی حمایت تو مل رہی ہے، برطانیہ کی سرپرستی تو حاصل ہے۔ پھر غم کس بات کا۔ ع

بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

عزیزان!

بابری مسجد کی شہادت ایک قیامت صغریٰ تھی جو گذر تو گئی مگر خوف و ہراس، بداعتمادی، خانماں بربادی، بدنامی، رسوائی، بے حیائی چھوڑ گئی کروڑوں مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے یہی ان کی قربانیوں کا صلہ تھا یہی ان کی حب الوطنی کا تحفہ تھا پھر سلسلہ فتنہ گری رکا کہاں تھا ابھی ٹاڈا کی تلوار تھی اسکو استعمال کیا جانے لگا دہشت گردی وطن سے غداری کا الزام لگاکر معصوم بے گناہ مسلمانوں کو جیل کی سلاخوں میں بند کر دگیا انسانیت چیخ اٹھی آدمیت بلبلا اٹھی مسلمانوں پر پے در پے مصائب و مظالم سے دشمن بھی متاثر ہو گئے اور ٹاڈا کے خلاف ـ ـ ـ ـ ـ ـ آواز بلند ہونے لگی اور ایوان حکومت کو ہلا کر رکھدیا آخر کار ٹاڈا ختم ہوا مگر ٹاڈا کے گرفتاروں پر کوئی رحم نہیں کوئی شنوائی نہیں خدا خدا کرکے ایک ظالمانہ قانون ختم ہوا مگر خطرہ اب بھی برقرار ہے دوسرا ٹاڈا تیار ہے فرقہ پرستی کا کارواں آگے بڑھتا ہے اور مہاراشٹر میں مسلمانوں کو غیر ملکی کہہ کے نکالنے کا عمل شروع ہوتا ہے آج کل مہاراشٹر مسلمانوں پر تنگ

ہورہا ہے حملے ہو رہے ہیں اور فرقہ پرست انتقام کی سیاست پر عمل پیرا ہیں۔ میں اگر کہوں تو سچ ہوگا ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

برادران اسلام!

مسلمانوں کے سامنے بے شمار مسائل عفریت کی طرح منہ کھولے کھڑے ہیں اور ملت اسلامیہ کو نگلنے کی فکر و کوشش میں ہیں، اقتصادی پسماندگی کا مسئلہ، تعلیمی انحطاط کا مسئلہ، بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر کا مسئلہ، سرکاری ملازمتوں کا مسئلہ اردو زبان کا مسئلہ مدارس عربیہ کے تحفظ کا مسئلہ، مسلم پرسنل لا کی بقا کا مسئلہ۔ اور اب نئے نئے فتنوں نے سر اٹھایا ہے بڑا ہی خطرناک بڑا ہی بھیانک فتنہ سروں پر منڈلا رہا ہے ملی تشخص کو ختم کرنے اسلامی عظمت کو خاک میں ملانے مسلمانوں کو بے دست و پا بنانے، احکام شریعت کو تبدیل کرنے، مسلمانوں کو دستوری حقوق سے محروم کرنے، دینی وقار کو ملیامیٹ کرنے، مذہبی آزادی کو سلب کرنے کی سازش ہو رہی ہے بلکہ قرآن و حدیث میں تحریف کرنے اسلامی قانون کو ختم کرنے کا پلان بن رہا ہے غیر ذمہ داروں کی طرف سے نہیں حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ کے ججوں کی طرف سے یعنی جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے مطلب کہنے کا یہ ہے کہ یکساں سول کوڈ

کے نفاذ کی باتیں پھر سے ہونے لگی ہیں، ہندوستان کے تمام شہریوں کیلئے یکساں قانون بنانے اور اسی کے مطابق شادی بیاہ، طلاق، عدت، میراث نان، نفقہ اور دیگر گھریلو معاملات کو حل کیا جائے گا نیز یہ کہ دیگر اکثریت کے قانون کو اقلیت کے قانون پر تھوپ دیا جائے گا، جبکہ میراث، طلاق عدت، نکاح اور عائلی مسائل وغیرہ مسلمانوں کی شریعت کا حصہ ہیں انکے لئے قرآنی دستور موجود ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں تحریف ممکن نہیں مسلمانوں کا "پرسنل لا" خدائی قانون ہے آسمانی دستور ہے ربانی اصول ہے کسی انسان کے بس سے باہر ہے کہ اس میں تحریف کرے بالکل جامع مکمل مدلل دستور ہر زمانہ کیلئے ہر قوم کے لئے ہر قسم کے حالات میں کارآمد لائق عمل قانون مسلمان اس کو ترک نہیں کرسکتے، تبدیلی گوارا نہیں کرسکتے۔ مذہبی آزادی کا سودا نہیں کرسکتے۔ ہم کو ان سازشوں سے نمٹنا ہے ان کی مخالفت کرنی ہے۔ ملکی اختلافات سے بالاتر ہو کر فروعی تنازعات کو فراموش کر کے دیوبندی، بریلی، شیعہ سنّی، اہل حدیث، اہل قرآن کے جھگڑوں کو بھول کر متحد ہونا ہے، قرآن کریم کے نام پر اسلام کے نام پر۔

برادرانِ اسلام!

بے شمار مسائل میں سے لاتعداد خطرات میں سے مشکلات کے انبار میں سے چند ایک کا ذکر میں نے کیا ہے۔ وقت کی قلت ہے ورنہ وقت کا

تقاضہ تو یہ تھا کہ ہر مسئلہ پر کھل کر گفتگو ہوتی اس کے اسباب پر روشنی ڈالی جاتی پھر ان مسائل کا حل تلاش کیا جاتا۔

حضرات گرامی!

یوں تو تمام مسائل کے حل پیش کئے گئے ہیں لوگوں نے اپنے اپنے نظریات کی روشنی میں مسلمانانِ ہند کے مسائل کا حل پیش کیا ہے انھیں میں سے اربابِ حل و عقد بھی ہیں، دانشورانِ قوم بھی ہیں، مفکرانِ ملت بھی ہیں، سیاسی لیڈران بھی ہیں۔ بھاجپا آر ایس ایس کہتی ہے کہ مسلمان اکثریت کے حق میں اپنے مسجدوں سے دستبردار ہو جائیں، قرآن کی باتیں چھوڑ دیں، اسلام کی باتیں ترک کر دیں اور قومی دھارے میں شامل ہو جائیں، ہندوستانی تہذیب اختیار کریں وغیرہ وغیرہ تو مسئلہ حل ہو جائے گا اختلاف ختم ہو جائے گا کوئی کہتا ہے تعلیمی انحطاط اور اقتصادی پسماندگی مسائل کا سبب ہے۔ مسلمان تعلیمی میدان میں آگے بڑھیں اور اقتصادی میدان میں پیش رفت کریں اسکے لئے حکومت پلان سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ خواہ سود کی لعنت میں گرفتار ہی کیوں نہ ہونا پڑے

حضرات سامعین!

بے شک غیروں نے مسائل پیدا کئے ہیں مگر خود ہم نے بھی اپنے لئے مسائل پیدا کئے ہیں ہمارا اتحاد پارہ پارہ ہے فروعی اختلافات عروج

پر ہیں، ملکی تنازعات کی فراوانی ہے، فرقہ بندی ہے، جماعت بندی ہے۔ گروہ بندی ہے جس نے ہماری قوت کو منتشر کر دیا ہے۔ آپس میں جب لڑائیاں ہوں گی تو مخالفین کیوں نہ فائدہ اٹھائیں گے۔

یقیناً مسلمانوں کا اتحاد بہت سے مسائل کا حل ہے تعلیمی میدان میں ترقی بہت سی مشکلات کا حل ہے۔ اقتصادی طور پہ خوشحالی بہت سے مصائب کا علاج ہے۔ لیکن یہ سب جا کر ایک مرکز پر جمع ہو جاتے ہیں ایک محور پر اکٹھا ہو جاتے ہیں اگر ہم نے اس مرکز پر نگاہ جما دی اس محور پر جمع ہو گئے تو ہر قسم کا فتنہ دم توڑ دے گا ہر مسئلہ حل ہو جائے گا، ہر طرح کے خطرات ختم ہو جائیں گے اور وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے خدائی دستور کو عملی طور پر اختیار کریں قرآن کریم کو اپنا محور و مرکز تسلیم کر لیں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر صدفی صد مسلمان ہو جائیں تو کبھی نہ بھٹکیں گے کبھی رسوا نہیں ہوں گے کہیں ناکام نہیں ہوں گے کوئی مشکل نہیں آئے گی کوئی فتنہ سر نہیں اٹھائے گا، کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوگا تمام مخالفتیں عداوتیں، نفرتیں، سازشیں، اسلامی اتحاد کے سامنے قرآنی اعمال کے تیز دھارے کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا نسخہ ہے نبی رحمت کا بتایا ہوا علاج ہے

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا

كتابُ اللّٰه وَسُنّة رسُولہ۔

(الموطاء مالك)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مغربی تہذیب اور اسلامی تمدّن کا تضاد

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسّلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ اصحابہ اجمعین الی یوم الدّین ۔

امّا بعد !

ع
ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

حضرات علمار کرام وحہمانانِ عظام اور معزز سامعین !

آج کے اس روح پرور اجلاس میں مغربی تمدّن اور اسلامی تہذیب کا تضاد کے موضوع پر کلام کرتے ہوئے اس حقیقت کا بھی اظہار کردوں کہ ! ع

اندازِ بیاں گرچہ بہت خوب نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں مری بات

برادرانِ ملّت!

جب ہم مغربی تمدن کا ذکر کرتے ہیں تو فوراً تصورات میں متمدن دنیا کی بے مثال ترقیات کا نقشہ گھوم جاتا ہے سائنس کے عجیب وغریب کارنامے نظروں کے سامنے آجاتے ہیں اور زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں، زیبائیوں آسائشوں، سہولتوں کے ساتھ ہمارے سامنے مسکرانے لگتی ہے گویا کہہ رہی ہے میں ہی عصر حاضر کا جدید تمدن ہوں جسنے دنیا کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے آج کا انسان میرے بغیر زندگی نہیں گذار سکتا۔ انسان حاضر میری زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا ہے میں نے انسان کو اتنی کامیابیاں دیں اتنے آرام سے نوازا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا اسکی فریفتگی کا تو یہ حال ہے کہ میرے لئے وہ اپنے عقائد و نظریات کو بھی قربان کردیتا ہے۔ کیونکہ ؎

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ ضمیر مشرق ہے راہبانہ
وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ یہاں بدلتا نہیں زمانہ

برادرانِ ملّت!

مغربی تمدن دورِ حاضر کا وہ تمدن ہے جسکا طوطی چہار دانگ عالم میں بولتا ہے۔ مغربی تمدن کی سب سے بڑی حریف و مخالف اسلامی

تہذیب ہے دونوں تمدنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے دونوں تہذیبوں میں بڑا تضاد ہے۔ اسلامی تہذیب کا محور و مرکز خدا کی ذات ہے جبکہ مغربی تمدّن کی اساس مادیت پر ہے دونوں تہذیبوں نے انسان کو اپنا موضوع بنایا ہے دونوں تہذیبیں انسان کی فلاح و بہبود اور ظاہری و معنوی ترقی کا دعویٰ کرتی ہیں۔ ہم کو اسی پر غور کرنا ہے کہ کونسی تہذیب انسان کے لئے مفید ہے۔

برادرانِ ملّت!

اسلامی تہذیب کا ماخذ قرآن و حدیث ہے قرآن کریم وہ آسمانی دستور ہے جو انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالےٰ نے نازل کیا ہے قرآن کریم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح کرتا ہے اور ایک انسان کو اس کی فطری ساخت پر باقی رکھنے کا اصول مرتب کرتا ہے قرآن کریم نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ تمہاری تخلیق مٹی سے پیدا کی ہوئی ہے اور تم کو اس دنیا میں ایک خاص مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے قرآن سب سے پہلے انسان کے تخلیقی مدارج کو بیان کرتا ہے پھر اس کے مقصد تخلیق سے آگاہ کرتا ہے پھر اس کے منصب کو بیان کرتا ہے پھر اس کی منصبی ذمہ داریوں کو بتاتا ہے کہ تم کو ایک دن اپنے خالق و مالک کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

قرآن کریم انسان کو اس راز سے آشنا کرتا ہے کہ یہ کائنات تمہارے لئے ہے تم اس سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ لیکن یہ دنیا تمہارے لئے امتحان گاہ ہے، اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت ضرور ہے مگر ایک دائرہ میں رہ کر آسمانی دستور کا پابند ہو کر یہ سب کچھ تمہارے لئے ضرور ہے مگر تمہارا نہیں ہے بلکہ تم صرف ان نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکتے ہو تاکہ تم کو اپنے منصب کی ادائیگی میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو، اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے میں پریشان نہ ہو۔

برادرانِ ملت!

اسلامی تہذیب کے مقابل میں مغربی تمدن کا ماخذ فرائڈ، ڈارون اڈلر وغیرہ کے نظریات اور یونانی تہذیب کا مرکب ہے ڈارون انسان کو بندر کی ترقی یافتہ نسل مانتا ہے فرائیڈ انسان کو جنسی وشہوانی خواہشات کا پیکر قرار دیتا ہے اور اسی اعتبار سے مغربی تہذیب وتمدن انسان کی ترقی کی راہ متعین کرتا ہے مغربی تمدن نے فرائڈ کے نظریہ کو سامنے رکھ کر تمام اخلاقی، روحانی دینی قدروں سے آزاد کر دیا۔ اسکو اپنی خواہشاتِ شہوانی کی تکمیل کے لئے کھلی اجازت دیدی وہ جس طرح چاہے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے، مرد وزن کا اختلاط انسان کی ضرورت ہے لہٰذا مرد وزن کے درمیان صرف

جنسی تعلقات کا رشتہ ہو سکتا ہے باقی کوئی رشتہ محض ایک رسمی بات ہے۔ اور ڈارون کے نظریۂ ارتقار کو سامنے رکھ کر مغربی تمدن انسان کی ظاہری ترقی پر زور دیتا ہے اور مادیت پرستی کو اصل ترقی کا نام دیتا ہے۔ روحانی زندگی کو بنانے سنوارنے پر اس کی کوئی توجہ نہیں ہے دین ومذہب انسان کا ذاتی معاملہ جسکو مادی ترقی میں روکاوٹ نہیں بننے دیا جائے گا ورنہ ترقی کی رفتار سست پڑ جائے گی۔ لہٰذا مغربی تمدن میں عریانیت، بے حیائی، عیاشی، شہوت رانی معیوب شئے نہیں بلکہ انسانی خوشی ومسرت اور طرب ونشاط کا ذریعہ ہیں سود ذخیرہ اندوزی، جوا وغیرہ مادی ترقی کا سامان وذریعہ ہیں کوئی بھی انسان اپنے مادی فائدہ کے لئے کوئی بھی کاروبار کر سکتا ہے، بغیر کسی قید وشریعت قانون کے انسان کی مطلق آزادی نے اقتصادی تجارتی، جنسی، شہوانی، نفسانی، اخلاقی، ہر اعتبار سے انسان کو بے راہ رو بنا دیا ہے۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے کیا کیا حرکتیں کر سکتا ہے۔ کوئی کہہ نہیں سکتا ہے۔ مغربی تمدن نے سب سے زیادہ بدکاری، زناکاری کو فروغ دیا ہے۔ عریانیت اپنی حد کو پار کر گئی ہے، بے حیائی عروج پر پہونچ چکی ہے جرائم کی کوئی حد نہیں ہے بس ہر ایک کو یہی فکر ہے کہ ہر حال میں اپنا نفع حاصل کرو۔

مادیت پرستی کے جذبہ نے ایمان وعقیدہ کو سب سے زیادہ مجروح کیا ہے. الحاد وارتداد نے نوجوان نسل کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے مغربی تمدن نے تن آسانی کے تمام وسائل فراہم کر دیئے ہیں مگر روح کا علاج اس کے پاس نہیں جبکہ انسان کی حقیقت اس کی پاکیزگی ہے ایک ایسا انسان جس کی روح مجروح ہو وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے نتیجہ کے طور پر یورپ کی نئی نسل روحانی سکون کو ترس رہی ہے ذہنی بے چینی نے خودکشی کی شرحوں میں اضافہ کر دیا ہے۔

فکری اضطراب نے باہمی تعلقات کو برباد کر دیا ہے. مغربی تمدن کے فریب خوردہ افراد ذہنی سکون کے لئے شراب اور منشیات کا سہارا لیتے ہیں. مغربی تمدن نے عورتوں کی آزادی کا نعرہ بلند کر کے اس کو اپنی فطرت سے بغاوت پر آمادہ کر دیا ہے، اس کو بے پردہ کر کے اس کی شرم وحیا کو ختم کر دیا ہے نتیجہ کے طور پر نسلِ انسانی کی پاکیزگی باقی نہیں، گھروں کا سکون باقی نہیں۔

برادرانِ ملت!

اس مختصر سے وقت میں سب کچھ بیان کرنا مشکل ہے یہ ایک سرسری بیان تھا ورنہ حقیقت تو یہ ہے اس کی حشر سامانیاں ہم سب

دیکھ رہے ہیں بھگت رہے ہیں اسلام نے انسان کو حیوانیت کی زندگی سے نکال کر اس کو انسانیت کی دولت سے سرفراز کیا تھا انسان کے اندر آخرت کی فکر اور محاسبہ کا خوف پیدا کر کے اسکو برائیوں سے نجات دلائی تھی۔ ماں، باپ، بہن بھائی بیوی کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر کے اس کو بے حیائی بے شرمی بدکاری زناکاری سے دور کیا تھا۔ اخوت و محبت اور وحدت و مساوات کا سبق دے کر عصبیت اور انانیت۔ نسلی امتیاز اور قومی تفاخر کے جذبہ کو ختم کر دیا جو کہ تمام اختلافات کی جڑ ہے، اسلامی تمدن نے انسان کی روحانی زندگی کو پاکیزہ بنانے کی فکر کی اس کے سکون قلب کے لئے علاج تجویز کیا سرکشی و بغاوت، شرک و کفر، عصیان وطغیان کو انسانی فطرت کے خلاف بنا کر اس کی سزا مقرر کی، آخرت کی زندگی کو اصلی زندگی قرار دے کر اس کو سنوارنے اور کامیاب بنانے کی ترغیب دی، دنیاوی اعمال پر جنت و دوزخ میں داخل ہونے کا عقیدہ جما کر اس کو برائیوں سے باز رکھا اچھائیوں کا خوگر بنایا اور ایمان و توحید کو اساس بنا کر ایسا سماج تشکیل دیا جس کا ہر فرد برابر ہے۔ جسکا ہر فرد برائی سے نفرت کرنے والا طاعت و بندگی میں مصروف رہنے والا، اپنے رب کو راضی کرنے والا، صرف اللہ سے ڈرنے والا، اس کی ذات پر اعتماد کرنے والا ہو تاکہ دنیا کی

رعنائیوں سے اجتناب اس کی زندگی کا نصب العین ہے آخرت کو بہتر بنانے کا جذبہ اس کی زندگی کا مقصد ہے دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا کے یقین نے اسکو دنیا پرستی سے دور رکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب نے انسان کو اس کی فطرت پر جما کر اللہ کے قریب کر دیا اور مغربی تمدن نے انسان کو اس کی فطرت سے ہٹا کر اور خدا کا باغی بنا کر گمراہوں کی راہ پر چلا دیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد رب العالمین۔

مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

الحمد للّٰہ الّذی خلق الانسان فی احسن تقویم وبعث لہدایتہ رسولہ الکریم صلوات اللّٰہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدّین۔
امّا بعد!

فقد قال اللّٰہ تعالےٰ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٓئک ھم المفلحون۔
صدق اللّٰہ العظیم۔

حضرات علماء کرام ومعزز سامعین!

جب ہم دورِ حاضر کا جائزہ لیتے ہیں اور آج کے نام نہاد تہذیب یافتہ انسان کی اخلاقی اور روحانی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو دل سے اک ہوک اٹھتی ہے، درد ہوتا ہے کہ تہذیب وتمدن کا دعویدار انسان، علوم و فنون کی بلندیوں پر براجمان انسان، تحقیقات وایجاد کی فضاؤں

میں پرواز کرنے والا انسان، جدید دور کی سائنسی ترقیات پر ناز کرنیوالا انسان، کائنات کی وسعتوں کو سمیٹنے والا انسان روحانی پستی کا شکار ہے۔ اخلاقی زوال سے دوچار ہے، دینی انحطاط میں مبتلا ہے، فکری ارتداد اور ذہنی الحاد میں گھرا ہے، اپنی تمام تر ترقیات و انکشافات سے اس نے اپنے پالنہار مالک حقیقی کی معرفت حاصل نہیں کی، کائنات کی بکھری لاتعداد نشانیوں سے اپنے خالق کی قدرت کاملہ کا ادراک نہ کیا جس نے اسکو عدم سے وجود بخشا نیست سے ہست کیا، کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو اپنے افکار کی دنیا میں سفر نہ کر سکے اپنے وجود کی تلاش نہ کر سکے، فضاؤں کو کھنگال ڈالا، خلاؤں کو مسخر کیا، ہواؤں کو قید کیا، شعاعوں کو قید کیا۔ حقائق کا انکشاف کیا سب کچھ کیا مگر .....

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا

سَامعینِ باتمکین!

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عصر حاضر کا انسان دور ماضی کے انسان کے مقابلہ میں زیادہ حق پرست ہوتا، دینداری میں بے نظیر ہوتا، اطاعت رب میں بے مثال ہوتا، خوگر عبادت ہوتا پیکر تسلیم و رضا ہوتا اور کائنات میں بکھری نشانیوں کی حقیقت و افادیت اور اہمیت و

ضرورت کے بعد وہ پکار اٹھتا ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ یہی عقل و خرد کا مطالبہ ہے، یہی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے. اسی اعتراف میں انسان کی سر بلندی ہے، اسی اقرار میں انسان کی سرفرازی ہے۔ اسی اعلان میں انسان کی عظمت کا راز پنہاں ہے کہ اس نے آیات اللہ سے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کر لی، اپنے وجود کی حقیقت جان لی۔

برادرانِ ملت!

مگر آج کا متمدن ترقی یافتہ انسان تو عصر جاہلیت کے اُجڈ، گنوار اور وحشی انسان سے بھی گیا گذرا بن گیا۔ اُن درندہ صفت انسانوں کے پاس نہ علوم و فنون کے وسائل و ذرائع تھے اور نہ ہی تہذیب و تمدن کی زیبائی و رعنائی تھی اور نہ ان کے پاس ایجادات و تحقیقات کے تحائف تھے۔ صحرا نوردی، شتر سواری، گلہ بانی کرتے تھے لیکن جب داعی حق نے انکو آیات اللہ میں غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی تو عقل سلیم کے حامل، صالح فطرت کے مالک افراد غور و تدبر کرنے پر مجبور ہوتے، جب ان سے کہا گیا۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت، و الی الارض کیف سطحت۔ (پ ۳۰ سورہ غاشیہ)

ترجمہ: کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے اونٹوں کیجانب کہ وہ کیسے پیدا کئے گئے، اور آسمانوں کی طرف کہ کیسے وہ بلند کئے گئے اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے وہ نصب کئے گئے اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔

اور جب ان سے کہا گیا:۔ وھو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون وھو الذی یحیی ویمیت والہ اختلاف اللیل والنھار افلا تعقلون۔

ترجمہ:۔ اور وہی ذات ہے جس نے تم کو زمین میں بسایا اور تم کو اسی کیجانب لوٹنا ہے اور وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اور اسی کے لئے رات و دن کا بدلنا ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔

اور جب انھوں نے اپنی تخلیق اور زمین و آسمان کی تخلیق اور رات دن کے آنے جانے میں غور کیا تو دل کی گہرائیوں سے پکار اُٹھے ربنا ماخلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔

ترجمہ قرآن نے انھیں لوگوں کو عقلمند اور اصحاب خرد قرار دیا ہے، انھیں کو اولو الالباب کا خطاب دیا ہے۔

برادرانِ اسلام!

آیاتِ اللہ سے اپنے پروردگار کی الوہیت و وحدانیت اور ربوبیت وخالقیت کا ادراک کرنے والے اور صدق دل سے خاتم النبین پر ایمان لانے والے ہی فخر آدمیت بنے، ناز انسانیت بنے، نجوم ہدایت بنے۔

منبعِ سعادت بنے، لائقِ قیادت بنے، اہلِ امامت بنے، کہاں یہ حال تھا کہ تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھے کہاں یہ انقلاب کہ سعادت و ہدایت کے محور بن گئے، کہاں یہ حال تھا کہ خود اپنی پہچان نہ تھی تو دنیا نے ان کو پہچاننے سے انکار کر دیا کہاں یہ تغیر کہ جب اپنے رب کو پہچان لیا تو دنیا نے ان کی امامت و قیادت تسلیم کر لی۔ جب رب واحد کی معرفت نہ تھی تو معبودان باطل کے سامنے سرنگوں تھے اور جب خدائے واحد کی معرفت حاصل ہو گئی تو بت شکن بن کر ابھرے اور دنیا کے صنم کدوں کو توڑ ڈالا بتایئے ترقی یافتہ کون وہ... یا یہ عصر جدید کے بے دین افراد؟

برادرانِ اسلام!

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ فرعونیت زندہ ہو رہی ہے، ہر طاقتور زبردست انا ربکم الاعلی کا اعلان کر رہا ہے، نمرودیت پروان چڑھ رہی ہے، ہر طرف الحاد و ارتداد کے شعلے بھڑک رہے ہیں، خدا بیزاری انتہا کو پہنچ چکی ہے، اخلاقی زوال، روحانی زوال، دینی زوال، علمی زوال، ہر چہار سو پھیل رہا ہے، انسانیت جاہلیت کے دور میں جا رہی ہے۔ ضلالت کی راہ پر چل رہی ہے، اللہ کی زمین پر بغاوت عام ہے۔

اللہ کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہونے والے، اس کی قدرت کے خزانے سے فائدہ اُٹھانے والے اصنام پرستی میں مبتلا ہیں، آج ہوا و ہوس کی پرستش ہو رہی ہے، دولت و ثروت کی پوجا ہو رہی ہے، جاہ و منصب کی عبادت ہو رہی ہے، زیر دست زبردست کی چوکھٹ پر سرنگوں ہے، شیطانیت اپنا جال پھیلا چکی ہے، اب لات و ہبل تو نہیں، اب عزیٰ و مناۃ تو نہیں مگر اب امریکہ و فرانس ہیں۔ برطانیہ و جرمنی ہیں جو قوموں کو اپنے در پر جھکا رہے ہیں، پوری دنیا صنم کدہ ہے عصر حاضر کے فرعون کے لئے اب کسی موسیٰ کلیم کی ضرورت ہے، دورِ جدید کے نمرود کے لئے کسی ابراہیم خلیل اللہ کی حاجت ہے۔

زمانہ اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لاالہ الا اللہ

سامعین کرام!

اس دور کا ابراہیم ہمکو اور آپ کو بننا ہے، ہم کو صنم کدہ عالم میں نعرۂ توحید بلند کرنا ہے۔ ضربِ کلیم سے فرعون وقت کو ہلاک کرنا ہے، ہم ملّتِ ابراہیم کے پیرو ہیں۔ بت شکنی ہماری فرض شناسی ہے۔ صنم کدوں کو توڑنا ہمارا فرض ہے۔ آج انسانیت ہم کو پکار رہی ہے۔ نمرودیت کے چنگل میں گرفتار عبدیت ہم سے شکوہ سنجی کر رہی ہے۔

فرعونیت کے نرغہ میں گھری وحدانیت کی روح ہماری راہ دیکھ رہی ہے کہ...... اے ابراہیمی نسبت رکھنے والو دُنیا کو بچاؤ، اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن سنبھالنے والو! دنیا کو نجات دلاؤ، تم ہی تو کاروانِ رشدو ہدایت کے میر کارواں ہو، تمہیں تو قافلۂ دعوت و تبلیغ کے سرخیل ہو، تم کو تو ہر حال میں، ہر زمانہ میں، ہر دور میں نعرۂ توحید بلند کرنا ہے۔

تمہاری غفلت شعاری نے، تمہاری بے اتفاقی و بے اعتنائی نے دنیا کو جہنم کے کنارے پہونچا دیا۔ ایک وہ وقت تھا جب تلوار کی جھنکار میں بھی تم نے نعرۂ حق بلند کیا تھا۔ نیزوں کی بوچھار میں بھی کلمۂ توحید سُنایا تھا۔ امن کی راہوں پر بھی پرچم حق بلند کیا تھا۔ میدانِ کار زار میں بھی، محفل طرب میں بھی، مجلس غم میں بھی، دوستوں کے جھرمٹ میں بھی، اور خلوت گاہوں میں بھی، تم نے لاالٰہ الااللہ کی اذان دی تو پھر یہ کوتاہی کیوں؟

اُٹھو! اور جماعت کی آستینوں میں چھپے بتوں کو پاش پاش کر دو۔ ؎

اگرچہ بُت ہیں زمانے کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لاالٰہ الا اللہ

یہی اذان ہمارا شعار ہے، یہی اذان ہماری عظمت کا معیار ہے۔

کنتم خیر امۃ کی یہی پکار ہے۔ ولتکن منکم اُمۃ یدعون إلی الخیر کا یہی مطالبہ ہے۔ لا یخافون لومۃ لائم کی یہی حقیقت ہے:

واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

شراب نوشی اسلام کی نظر میں

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون (سورۃ المائدۃ)

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور بُت اور جوے کی تیر گندگی ہیں شیطان کے کام ہیں لہٰذا تم اس سے بچو ہو سکتا ہے کہ تم فلاح پاؤ۔ یقیناً شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور فحاشی پیدا کرے شراب اور جوے کے ذریعہ اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے تو تم اس کام سے باز آؤ۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الخمر جماع الاثم"

شراب تمام گناہوں کی جامع ہے۔

حضرات علماء کرام اور معزز سامعین!

آج سے چودہ سو سال قبل چھٹی صدی عیسوی میں اسلام ایک ایسے معاشرے اور سماج میں اعلان توحید و ایمان اور پیغام سعادت وہدایت کے ساتھ آیا جس معاشرہ کی دینی، روحانی، اخلاقی، سماجی، تمدنی حالت انتہائی خستہ تھی، انسانیت کی جگہ درندگی، آدمیت کی جگہ حیوانیت اور شرافت کی جگہ رذالت نے لے لی تھی، اس معاشرہ کا انسان ننگِ انسانیت تھا، شرک و کفر کی مسموم ہوائیں چل رہی تھیں، جہالت وضلالت کی تاریکی پھیلی تھی، تن فروشی کا کاروبار تھا، مُردار خوری کا رواج تھا، نفرت و عداوت کا ماحول تھا۔ قتل و فساد عام تھا، دنیا کی کونسی قباحت و رذالت ہے جو اس معاشرے کے افراد میں نہ تھی خدائے واحد کے بدلے معبودان باطل کے سامنے معزز پیشانیاں ٹیکی جاتی تھیں، حیّ و قیوم کے بدلے بے جان پتھروں اور درختوں کی پرستش ہوتی اور من جملہ خرابیوں، برائیوں کے شراب نوشی عام تھی، پوری قوم شراب میں غرق تھی جوے میں مبتلا تھی ہر گھر میں شراب کا استعمال ہوتا تھا، ہر فرد جوا کھیلتا تھا۔ شراب کی کثرت نے پورے

سماج کو بدبودار بنا دیا تھا، نشہ کی بدمستی قتل و قتال، جنگ و جدال کا باعث ہوتی تھی، قمار بازی معاشرتی اختلاف وخلفشار گھر بار اور اہل وعیال کو برباد کرنے کا سبب تھی، عام آدمی ہو کہ خاص سب ام الخبائث کے شوقین تھے۔

دانشورانِ ملت اور رہبرانِ امت!

ایسے معاشرہ میں اسلام ایک انقلاب عظیم برپا کرنے کے لئے آیا تھا، ایک نئے سماج اور نئے معاشرہ کی تشکیل کے لئے آیا تھا، جاہلی معاشرہ کی جگہ اسلامی معاشرہ بنانے کیلئے آیا تھا، شرک و کفر کو ختم کر کے توحید و ایمان کی فضاء قائم کرنے آیا تھا، اخلاقی انحطاط کی شکار عرب قوم کے اخلاق کو سدھارنے کے لئے آیا تھا۔ ہزاروں معبودانِ باطل کی جگہ خدائے واحد کی الوہیت وحدانیت کا پیغام لیکر آیا تھا اور مردہ نیت کے مردہ تن میں ایمانی زندگی کی روح پھونکنے کے لئے آیا تھا انسان کو انسان بنانے کے لئے آیا تھا اور اس کی شرافت و فضیلت کو بحال کرنے کیلئے آیا تھا۔

معزز سامعین!

اسلام نے کفر وشرک کے ریگستان میں ایمان و توحید کا چمن لگائے اور ضلالت وجہالت، اوہام وخرافات، بدعات و رسومات کی تاریکی

میں رشد وہدایت کا نور پھیلانے کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرہ کی اخلاقی خرابیوں کو بھی سدھارنے کی فکر کی عرب سماج کی سب سے بڑی لعنت شراب نوشی تھی، قمار بازی تھی، شراب جس نے معاشرہ کو کھوکھلا کردیا تھا، شراب جسنے انسان کو حیوان بنادیا تھا، شراب جس نے لڑائیوں کو جنم دیا تھا۔ شراب جس نے گھروں کو برباد کیا تھا۔ شراب جس نے شرافت کا لباس اُتار لیا تھا، شراب جس نے عریانیت کو رواج دیا تھا۔ شراب جس نے فحاشی کو فروغ دیا تھا، شراب جو شیطان کا سب سے مؤثر ذریعہ اور ہتھیار تھا، شراب جو گناہوں کی جڑ تھی، اسلام نے اس لعنت سے انسان کو بچانے کی تحریک چھیڑ دی تھی ۔

برادران ملت بیضاء!

ہم سب جانتے ہیں کہ دیکھتے ہیں کہ نشہ کی لت ایسی لت ہے جو پڑجاتی تو چھڑائے نہیں چھوٹتی، نشہ کی طلب جب شدید ہوتی ہے تو نشہ کا عادی بے قابو ہوجاتا ہے اس کی عقل پر پردہ پڑجاتا ہے وقتی سرور کا ذریعہ روگِ جان بن جاتا ہے، جزو بدن بنکر خون میں شامل ہوجاتا ہے اس لئے نشہ کا چھڑانا آسان نہیں، لیکن ذرا اسلام کی حکمت و مزاج شناسی اور انسانی طبیعت کی رعایت دیکھئے کہ کسطرح وہ مزاج سازی کرتا ہے شعور اور احساس گناہ بھی پیدا کرتا ہے ۔

شراب کی قباحتوں اور اس کے مفاسد کا ادراک کرتا ہے خدا سے قریب کر کے عبادت میں لگا کر عقیدۂ توحید سے سرفراز کرکے، ایمان کے نور سے مزین کرکے، انسان کو اس کے بلند مقام سے آگاہ کرکے، یہ مزاج بنا دیتا ہے کہ خود شراب کے شیدائی بنتِ انگور کے عاشق، شراب نوشی کے جسمانی، روحانی، اخلاقی گراوٹ محسوس کرتے ہیں اور دربارِ نبوت میں آکر سوال کرتے ہیں۔ دیکھئے قرآنِ کریم اس مزاج کو بیان کرتا ہے:-

یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (سورہ بقرہ)	لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے۔

برادرانِ اسلام!

یہ عقل و شعور کی بیداری اور انسانی فضیلت و برتری کے احساس کا نتیجہ تھا یہ ایسا انقلاب تھا جسکا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اسلام نے یہ انقلاب برپا کر دیا تھا اسلئے کہ انسانی فطرت کو جانتا ہے۔ اسلام اسکا

پیغام فطرت سے ہم آہنگ ہے اور اس کی تعلیم حکمت و موعظت سے عبارت ہے، ذرا حکیمانہ انداز اور مدبرانہ اسلوب اصلاح دیکھئے منع نہیں کیا جارہا ہے، روکا نہیں جارہا ہے لیکن شراب کے مفاسد کو جوے کے مفاسد کو اثمہا اکبر کہہ کر بتادیا گیا اور یہ سچ ہے کہ شراب کے جوے کے وقتی محدود منافع بھی ہیں، شراب پینے والا وقتی طور پر غمِ دُنیا سے بے نیاز ہو کر اپنے کو بادشاہِ وقت گمان کرنے لگتا ہے سرور د انبساط کی لذّت سے آشنا ہو کر جسمانی تکان کو بھول جاتا ہے، لیکن شراب اس سے عقل و خرد کو چھین لیتی ہے جو حقیقت میں انسانی فضیلت کا معیار اور انسانی امتیاز کا نشان ہے عقل کی بدولت ہی تو معرفت حق اور خود شناسی کا ذریعہ ہے اور شراب اس کو عقل سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ پھر شرابی یہ بھول جاتا ہے کہ وہ انسان ہے۔ بیوی اور بہن کی پہچان بھول جاتا ہے اور دوست و دشمن کی تمیز نہیں رہتی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بدمستی میں بہن سے مُنہ کالا کر لیتا ہے، بیوی کو طلاق دیدیتا ہے بچوں کو مارتا پیٹتا ہے سامان کو توڑتا و بیچتا ہے ننگا ہو کر ناچتا ہے، نالوں میں پڑا رہتا ہے، گدھے کو دادا کہتا ہے اور دادا کو گدھا بناتا ہے، عورتوں کو چھیڑتا ہے اور مار کھاتا ہے، گھروں میں گھستا ہے پیٹا جاتا ہے۔

ذلیل ہوتا ہے مسکراتا ہے وہ کیا نہ کر جائے۔ ایک شرابی نے رسوا بھی کیا اور بے آبرو بھی ایسے ہی جوا کا حال ہے۔ جواری چوری کرتا ہے گھر کا سامان فروخت کرتا ہے، بیوی کا زیور بیچتا ہے بچوں کی روزی داؤ پر لگا دیتا ہے گھروں میں فاقہ کرا دیتا ہے معاشرہ میں فساد پھیلا دیتا ہے اور معمولی نفع یہ ہے کہ دس ہارنے والوں میں ایک جیتنے اور بازی لیجانے والا ہوتا ہے $\frac{1}{10}$ کا تناسب ہوتا ہے۔

برادرانِ ملت!

شراب کے دوسرے مفاسد سنئے شراب جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہے، پھیپھڑے میں سوراخ کر دیتی ہے، آنتوں میں سوزش پیدا کر دیتی ہے چہرے کی رونق چھین لیتی ہے، ایک جرمن ڈاکٹر کہتا ہے جو شراب کا عادی ہوتا ہے وہ چالیس سال میں ہی ساٹھ سال کا معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ شراب نہ جزو بدن بنتی ہے اور نہ اس سے خون پیدا ہوتا ہے، شراب سل، دِق کا مریض بنا دیتی ہے آج یورپ میں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہے، جس کے بھیانک نتائج سے یورپ کے دانشوران پریشان ہیں، بیماریاں بڑھ گئی ہیں، حادثات کی کثرت ہو گئی، گھریلو جھگڑے عام ہو گئے ہیں۔ قتل کی واردات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ لاکھوں نوجوان شراب اور دیگر مسکرات کے عادی بن کر ناکارہ

ہو گئے ہیں، کتنے جنون و پاگل پن کے شکار ہیں بہت پہلے ایک جرمن ڈاکٹر
نے پچیس سالہ تحقیق کے بعد یہ فیصلہ سنایا کہ شراب شائستہ قوموں کو برباد
کردیتی ہے۔ کیمسٹری کا ماہر برو ٹلو کہتا ہے کہ شراب انسانی زندگی
کے لئے زہر قاتل ہے اور صحت و عقل کی دشمن ہے۔ یہ ایک ماہر ڈاکٹر کی رائے
اور تبصرہ ہے اور آج ایک دو نہیں ہزاروں ڈاکٹر محقق شراب اور منشیات
کے مفاسد پر اپنی رائے ظاہر کر چکے ہیں یورپ و امریکہ خاص کر فرانس و
برطانیہ جہاں شراب تو مل جائے گی مگر ہوٹلوں میں پانی نہیں ملے گا پانی
پینے کا تصور بھی نہیں ہے، شراب اور ہیروئن، چرس وغیرہ کی کثرت
سے جرائم و حوادثات کے مرکز بن گئے ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اسلام کا کتنا عظیم احسان ہے کہ اس نے ہر قسم کے نشہ کی معمولی
وکثیر مقدار کو حرام کردیا کیونکہ یہ نسل انسانی کو برباد کرتی ہے وہ انسان
جو اشرف المخلوقات ہے وہ انسان جو سب سے خوبصورت اور معزز
ہے وہ انسان جس کے لئے شمس و قمر اور بحر و بر کو مسخر کر دیا گیا وہ
انسان جس کے سر پر تاج خلافت رکھا گیا، وہ انسان جو مسجود ملائک
بنایا گیا، وہ انسان جو عبادت و بندگی کے لئے پیدا کیا گیا، کیا اتنا
حقیر ہے کہ شراب کیوجہ سے اپنے امتیازات و فضائل کو گنوا ں

دے اور حیوان بنجائے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اسی لئے تو مزاج سازی، ذہن سازی اور شعور کو بیدار کرنے کے بعد پہلے نماز میں شراب پی کر جانے سے منع کیا گیا کہ یہ مقام بندگی ہے، نماز معراجِ مومن ہے، نماز مفتاح جنّت ہے، نماز افضل العبادات ہے، نماز خالق ومخلوق کی ملاقات ہے اس میں ہوش وحواس باقی رکھو عقل وخرد قائم رکھو کہیں بے ادبی کا ارتکاب نہ کر بیٹھو حکم آیا:۔

یاایھا الذین اٰمنو لاتقربوا الصّلوٰۃ وانتم سکاریٰ۔	اے ایمان والو تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ (سورۂ نسار)

یہ حرمت کا پہلا مرحلہ تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد جب ایمان میں اور پختگی پیدا ہوگئی انسانیت اور کامل ہوگئی، عبدیت اور نکھر گئی تو صاف اعلان کر دیا گیا کہ:۔

یاایّھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (سورہ مائدہ)	اے ایمان والو یقیناً شَراب جُوا اور بُت اور نشان زدہ تیر یہ سب گندگی ہیں یہ شیطانی کام ہیں اس سے بچو ہوسکتا ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ (سورۂ مائدہ)

ذرا مخاطبین قرآن اور تربیت یافتگان شاہ اُمم کی اطاعت و فرماں برداری تو دیکھئے فدا کاران اسلام کی خود سپردگی و تابعداری تو ملاحظہ کیجئے کہ اِدھر شراب کی حرمت کا اعلان ہوتا ہے دوسری طرف ندائے حق سنتے ہی گھروں سے شراب کے مٹکے توڑ کر پھینکے جا رہے ہیں۔ شراب کی سجی سجائی بزم طرب میں جاموں کو ہونٹوں سے الگ کیا جا رہا ہے یہ تھی اطاعت کی اعلیٰ مثال۔

برادرانِ ملّت!

مگر آہ آج اسی اطاعت شعار اسلاف کے خلاف ہم مسلمانوں میں شراب نوشی پھیل رہی ہے شراب کی پارٹیاں استعمال ہو رہی ہیں، اُمت مسلمہ کا نوجوان طبقہ وقتی سرور اور عارضی لذّت کے لئے شراب پیتا ہے اب تو یہ وبا اتنی عام ہے کہ قریب البلوغ بچّے بھی فیشن کے طور پر شراب پیتے ہیں، تاڑی پیتے ہیں، زہریلی شراب پیتے ہیں اور مرتے ہیں بیمار ہوتے ہیں اور ٹی۔ بی، تپ دق اور کینسر میں مبتلا ہوتے ہیں، جسم کو کھوکھلا اور روح کو مُردہ کر رہے ہیں، آنکھوں کو اندھا اور دل کو کمزور بنا رہے ہیں، چلتے ہیں تو ڈگمگاتے ہیں، کھڑے ہیں تو تھرتھراتے ہیں، بیٹھتے ہیں تو کپکپاتے ہیں، بولتے ہیں تو ہکلاتے ہیں، بے رونق چہرے لئے بیمار بدن لئے، یہ اُمت کے نوجوان ننگ انسانیت بھی ہیں ننگ اسلاف

بھی، وہ ماں باپ کے لئے عذابِ جان ہیں معاشرے کے ناسور ہیں قوم مسلم کو ذلیل کرنے والے اسلام کو بدنام کرنے والے ایک نشہ کے باعث ہزاروں جرائم کے موجد، گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

برادرانِ اسلام!

قربان جایئے اسلام کے اس احسان پر، قربان جایئے کہ رسولِ خدا کی تربیت و اصلاح پر، قربان جایئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی اطاعت شعاری اور تابعداری پر کہ صدیوں سے شراب کے عاشق تھے، قمار کے شوقین تھے لیکن ایمان نے ان کی زندگی کا رُخ موڑ دیا، شراب کے شیدائی خود شراب کی حرمت کا مطالعہ کر رہے تھے شراب کے عادی اپنے ہاتھوں سے مٹکے توڑ رہے تھے۔ اور کفِ افسوس ملئے اس اُمت کی بربادی پر کہ اس کے نوجوانوں نے ام الخبائث کو گلے میں اُتار لیا، اور اپنے کو برباد کر لیا جس شراب کو آقائے دوجہاں نے اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ کہا کہ شراب گناہوں کی جامع ہے مسلمان اس کے عادی ہو گئے ہیں اور جس شراب کو ہمارے اسلاف نے گھروں سے نکالا تھا اسی شراب اور جوئے کو مسلمان اپنے گھروں میں لا رہے ہیں۔ محسنِ اعظم ﷺ نے تو اپنے محبوب صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی۔

لَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّہٗ رَاسُ کُلِّ فَاحِشَۃٍ (رواہ احمد) کہ ہرگز شراب مت پینا کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے یہ دشمنِ دنیا بھی ہے، دشمنِ دین بھی۔ دشمنِ جان بھی۔ دشمن مال بھی یہ شیطان کا حربہ ہے، شراب پلاکر شیطان تمہارے درمیان عداوت کراتا ہے، دشمنی کراتا ہے، فساد کراتا ہے، فتنہ پھیلاتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکتا ہے، نماز سے روکتا ہے جیسا کہ آیت حرمت شراب کی آیت میں اللہ نے فرمایا ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ "اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شراب اور دودھ پیش کیا گیا تو آپؐ نے دودھ کو اختیار فرمایا اس پر جبرئیل امین نے فرمایا تھا اے رسول خدا آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ اگر شراب کو چن لیتے تو آپ کی اُمّت فساد و عداوت میں گرفتار ہوجاتی اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ امت اس شئی حرام کو اختیار کرلیا ہے اور فساد و عداوت میں گرفتار ہے۔

سامعینِ کرام!

شراب کی تمام قسمیں اور جوئے کی تمام صورتیں قطعاً حرام

ہیں نہ شراب جائز ہے اور نہ الکحل جائز ہے، نہ ہیروئن جائز ہے نہ چرس جائز ہے نہ تاڑی جائز ہے نہ ٹھرّا جائز نہ لاٹری جائز ہے نہ پانسہ جائز ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ الہ العالمین ہم کو ام الخبائث سے بچائے۔ بنتِ انگور سے بچائے اور شیطان کے جال سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اِسلام
عدل وانصاف کا دین ہے

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدّین۔

امّا بعد! فقد قال اللّٰہ تعالےٰ یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوّامین بالقسط شھداء للّٰہ الیٰ اٰخر الاٰیۃ۔ (پ ۵ سورہ نساء)

وقال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم! انّ اللّٰہ تعالےٰ یقول۔ یوم القیامۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلّی یوم لاظل الاظلی (مسلم)

برادرانِ اسلام!

میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت پڑھی ہے جس میں مسلمانوں کو انصاف قائم کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور ایک حدیث پڑھی جس میں محبت کی اہمیت وبرکت بیان کی گئی ہے

انھیں کی روشنی میں مجھے "اسلام انصاف و محبت کا دین ہے" کے موضوع پر کلام کرنا ہے اسلئے کہ ؎

ان کا جو کام ہے وہ اہلِ سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

محبانِ اسلام!

اس صفحۂ گیتی پر جسوقت اسلام کا نعرۂ توحید و ایمان بلند ہوا اور پیغامِ محبت و انصاف گونجا وہ ایک ایسا دور تھا کہ روئے زمین پر کوئی ایسی قوم نظر نہیں آرہی تھی جو مزاج کے اعتبار سے صالح کہی جاسکے اور نہ کوئی ایسی سوسائٹی تھی جو شرافت و اخلاق کی اعلیٰ قدروں کی حامل ہو۔ اور نہ کوئی ایسی حکومت تھی جس کی بنیاد عدل وانصاف اور محبت و مروّت پر ہو، بلکہ ہر طرف انارکی بدامنی ظلم و بربریت کا دَور دورہ تھا۔ فتنہ و فساد کے شرارے خرمنِ انسانیت کو جلا رہے تھے، جور وستم کے شعلے نخلستان محبت کو بھسم کر رہے تھے اور قتل و غارت گری اور ظلم و استبداد کے ماحول میں عدل و انصاف کا تصوّر بھی گناہ بن گیا تھا، یعنی جس کی "لاٹھی اس کی بھینس" کا ماحول تھا طاقتور من مانی کرتے، ضعیفوں کے حقوق غصب کرتے ظلم وستم

کا نشانہ بناتے، کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں تھا، ایسے ماحول میں اسلام نے عدل وانصاف کا نعرہ بلند کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ انصاف کی سربلندی کے لئے تیار ہو جاؤ، عدل وانصاف کے خوگر بنجاؤ۔ لہٰذا ارشادِ باری ہوا۔ یا ایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداللہ ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین۔ (پ ۵ سورہ نساء)

اے ایمان والو تمام معاملات میں اور ادائے حق کے وقت اور فیصلہ کے وقت انصاف پر خوب قائم رہنے والے بنجاؤ اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنکر رہو اگرچہ اپنی ذات کے خلاف پڑے یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابل ہو۔

عزیزانِ ملت!

دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے دو ہی چیزیں مؤثر ہو سکتی ہیں ایک تو عدل وانصاف کا قیام دوسرے محبت واخوت کی فضا اور اسلام نے انصاف کو قائم کرنے کے لئے قانون بنائے اور اس پر سختی سے عمل کیا گیا اسی اسلامی عدل وانصاف کی بدولت دنیا گہوارۂ امن بنی اور مساوات کا ماحول تیار ہوا، اسلام نے کسی بھی زبردست کو یہ اختیار نہیں دیا کہ کسی کمزور پر ظلم کرے اس نے ظلم کرنے والوں

کے ہاتھوں کو پکڑا، انصاف کی عدالت میں حاکم و محکوم کو ایک صف میں کھڑا کیا، آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیجئے عدل و انصاف کے بے نظیر نمونے ملیں گے، امیرالمومنین فاروق اعظم کی عدل گستری اسلامی تعلیمات کا وہ روشن پہلو ہے جس کے سامنے نوشیرواں کی انصاف پسندی اور عدل پروری بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا وہ تاریخی خطبہ کون بھول سکتا ہے جبکہ انھوں نے زمام خلافت سنبھالا تھا اور فرمایا تھا:۔ اعلموا انَّ تِلْکَ الشِّدَّۃَ قَدْ تَضَاعَفَ وَلٰکِنَّھَا اِنَّمَا تَکُوْنَ عَلٰی اُمَلِ الظُّلْمِ وَالتَّعَدِّیْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَلَسْتُ اَدَعُ اَحَدًا یُظْلِمُ اَحَدًا وَیَتَعَدّٰی عَلَیْہِ حَتّٰی اَضَعَ خَدَّہٗ عَلَی الْاَرْضِ وَاَضَعَ قَدَمِیْ عَلَی الْخَدِّ الْاٰخَرِ حَتّٰی یُذْعِقَ لِلْحَقِّ!

سُنو بیشک میری وہ شدت کئی گنا بڑھ گئی لیکن میری سختی مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرنے والوں پر ہوگی۔ میں کسی بھی ظلم کرنے والوں کو نہیں بخشوں گا، یہاں تک کہ اس کے ایک رخسار کو زمین پر رکھوں گا اور دوسرے رخسار پر اپنا قدم رکھوں گا۔ یہاں تک کہ وہ حق کو ماننے والا بن جائے۔

برادرانِ اسلام!

اور سچ تو یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ نے عدل و انصاف کا وہ نمونہ

پیش کیا جس کی نظیر نہیں، غسان کا بادشاہ مسلمان ہو کر مدینہ آگیا تھا اور حضرت عمر کے ساتھ حج کرنے مکہ گیا دورانِ طواف اس کی چادر کو قبیلہ فزارا کے ایک نوجوان نے روند دیا۔ شاہ غسان جبلہ بن ایہم نے اس کو ایک گھونسا مارا جس سے اس نوجوان کی ناک ٹوٹ گئی اس نے دربار رسالت میں مقدمہ دائر کیا جبلہ کو بلوایا گیا اس نے اقرار کیا اس پر سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا تمہاری ناک بھی توڑی جائے گی، یا یہ کہ تم اس نوجوان کو راضی کر لو۔ جبلہ نے کہا امیر المومنین میں بادشاہ ہوں اور وہ ایک بازاری آدمی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فاروق اعظم نے فرمایا کچھ نہیں اسلام انصاف کا پیغامبر ہے۔ انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ تمہاری ناک توڑی جائے یہاں حاکم و محکوم سب برابر ہیں، جبلہ بن ایہم کو یہ انصاف پسند نہیں آیا اور وہ عیسائی بنکر روم بھاگ گیا۔

عزیزانِ ملت!

یہی فاروق اعظم جنکے نام سے قیصر و کسریٰ لرزتے تھے جنکو دیکھ کر شیطان راستہ بدل دیتا تھا، ان کو ایک آدمی برسر منبر ٹوک دیتا ہے۔ جبکہ ان کے جسم پر مال غنیمت کی دو چادر دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا سب کو

ایک ایک چادر ملی مگر آپ دو چادر پہنے ہیں آپ اس کی وضاحت کریں۔ ورنہ ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے، ہم کو یہ ناانصافی پسند نہیں اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وضاحت فرمائی کہ میں نے اپنی چادر امیر المومنین کو دیدی تھی تاکہ جوڑا بنالیں۔ تب اس نے کہا ہاں اب فرمایئے ہم آپ کی بات مانیں گے۔

برادرانِ ملت!

کتنے واقعات سناؤں سچ تو یہ ہے کہ امن عالم کا دارومدار عدل و انصاف پر ہے اور اسلام نے اسی لئے عدل و انصاف کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ کسی کا حق نہ مارا جائے، جانبداری نہ ہو سکے، ظلم وستم نہ ہو سکے تمام انسان عدل و انصاف کے سایہ میں سکون و راحت کی سانس لیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی شورش ہے فساد ہے، ظلم وستم ہے دہشت گردی ہے اس کا سبب انصافی ہے اگر ہر فرد انصاف پسند بنجائے دوسروں کا حق ادا کرنے والا بنجائے پھر نہ مقدمہ بازی ہو گی، نہ دہشت گردی ہو گی نہ شکوہ شکایت ہو گی، نہ کسی کی بے جا حمایت ہو گی، نہ نفرت وعداوت کی آگ بھڑکے گی بلکہ ہر طرف اَمن وامان ہو گا محبّت کی فضا ہو گی مساوات کا ماحول ہو گا۔

معزز سامعین!

اسلام نے انصاف قائم کرکے لوگوں کے دلوں میں محبت و پیار کی مشعل روشن کی ہے محبت کا محور اللہ کی ذات کو بنایا ہے جب عدل وانصاف کی فضا بنے گی تو نفرت و عداوت کے بادل چھٹتے چلے جائیں گے، محبّت کا ماحول بنتا جائے گا. محبت اللہ کے لئے کیجائے، محبت ایمان کی بنیاد پر ہو، آپس میں محبت کرنے کے لئے ایمان و یقین کو بنیاد بنانا اسلامی تعلیمات کا خاص حکم ہے۔ وطنیت علاقائیت، قومیت کی بنیاد پر جو محبت ہوتی ہے اس کا ایک گھناؤنا پہلو یہ ہوتا ہے کہ دوسرے علاقہ کے لوگوں سے نفرت ہوجاتی ہے، دوسری قوموں سے نفرت ہوجاتی ہے پھر اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انصاف قائم نہیں ہوسکتا جانبداری ہونے لگتی ہے۔ گورے گوروں کی حمایت کرتے ہیں، کالے کالوں کی حمایت کرتے ہیں۔ حق و ناحق نہیں دیکھا جاتا۔ اور آج ہم اس قسم کی محبت کا شکار ہیں اپنے علاقے، اپنے ضلع اپنے صوبے اپنی برادری، اپنے خاندان کا معاملہ کررہے ہیں۔ دوسروں سے نفرت کا حال یہ ہے کہ ایک مذہب ایک دین ایک رسول ایک قرآن ایک اللہ کو ماننے والے مسلمان آج آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اسلئے کہ سندھی مہاجر، ہندوستانی پاکستانی

پنجابی، بنگالی، یوپی، بہاری کا معاملہ ہے، بہاری بہاری سے یوپی والا یوپی والے سے، سندھی سندھی والے۔ پنجابی پنجابی سے آسامی آسامی سے محبت کرتا ہے اور اسی محبت میں پڑ کر ظلم و ستم کرتا ہے فتنہ و فساد کرتا ہے، ناانصافی کرتا ہے جانبداری کا مرتکب ہوتا ہے۔

برادرانِ ملت!

اسلام نے تو نسل و قوم، ملک و زبان کو، قبائل و خاندان کو پسِ پُشت ڈال کر محبت کا معیار ایمان کو بنایا ہے اور محبت کا محور و مرکز اللہ کی خوشنودی کو قرار دیا ہے، لہٰذا اسلام نے اسی ایمان و محبت کی بنیاد پر عرب و عجم کو روم و فارس کو ہند و سندھ کو ایک لڑی میں پرو دیا دنیا کے تمام مسلمانوں کو رنگ و روپ سے بلند کر کے ایک جسم بنا دیا جیسا کہ حدیث پاک ہے اللہ کے حبیب و محبوب آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال محبت و مودّت میں جسم واحد کی طرح جب ایک عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تمام اعضاء کو تکلیف پہونچتی ہے۔

معزز سامعین کرام!

اس ایمان محبت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت

کے دن فرمائیں گے کہاں ہیں آپس میں محبت کرنے والے۔ میرے جلال کی قسم آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔ آج کا دن ایسا ہے کہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔ اللہ اکبر کتنا بلند مقام ہے محبت کا، کتنی فضیلت ہے محبت کرنے والوں کی۔

بھائیو!

محبت وہ روشنی ہے جو دلوں میں گداز پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا
آپس میں رحم کرنے والے ہیں ہمدرد و غمگسار ہیں پیار و محبت کے شیدائی ہیں دلوں میں کدورت نہیں نفرت نہیں بلکہ اخوت و محبت کا جذبہ موجزن ہے
کہا گیا ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اگر تمہارے دو بھائیوں کے درمیان اختلاف ہو جائے عداوت ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کرادو، محبت پیدا کرادو اسلئے کہ محبت کرانے والوں کیلئے بڑا اجر ہے۔ بڑا ثواب ہے۔ حدیث پاک ہے امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ ہے اور امام احمد بن حنبلؒ

فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ کسی بندہ سے محبت نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالے اس کا اکرام و اعزاز فرمائینگے اسلام نے محبت کو دخولِ جنت کے لئے شرط قرار دیا ہے، حدیثِ نبوی ہے کہ تم میں کا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ آپس میں محبت کرنے لگیں اور میں بتاؤں کہ محبت کیسے پیدا ہوگی آپس میں سلام کا رواج دو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام محبت و انصاف کا دین ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ۔

اِسلام اور سیاست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔

عزّتِ مآب صدرِ محترم علمائے کرام اور سامعین باتمکین!

آج کے اس روح پرور اجلاس میں "اسلام اور سیاست" میرا مضمون سخن ہے اس عنوان کی ضرورت اس لئے پڑی کہ آج کی جدید متمدن دنیا میں یہ نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ مذہب اور سیاست کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ مذہب ایک چیز ہے اور سیاست الگ چیز ہے۔ سیاست و مذہب سے الگ کرنے کی وکالت زور و شور سے چل رہی ہے بلکہ مذہب کو ملکی سیاست میں ترقی کی سب سے بڑی رکاوٹ گردانا جاتا ہے۔

سیاست کو مذہب سے الگ کر کے مذہب کو انسان کا انفرادی

ذاتی مسئلہ بتانے کا پروگرام اٹھارویں صدی کے یورپی صنعتی انقلاب کے بعد پیش کیا گیا انقلاب فرانس کے بعد یورپی ممالک نے کلیسا و گرجا گھروں کے تسلط سے حکومت و سیاست کو الگ کر لیا۔ ورنہ یورپی سیاست اٹھارویں صدی کے آغاز تک کلیسا کے زیر اثر تھی پادریوں کے متشددانہ رویہ اور بے جا مداخلت کیوجہ سے انکی حیثیت ایک علامتی نشان سے زیادہ نہ تھی۔ کلیسا کے جبر و استبداد سے عاجز حکمراں اور عوام دینی و مذہبی رہنماؤں سے خود کو آزاد کرانا چاہتے تھے لہٰذا اٹھارہویں صدی کا انقلاب فرانس یورپ کے لئے کلیسا کے استبدادی نظام سے آزادی کا پروانہ لیکر آیا اس کے بعد جو حکومتی نظام قائم کیا گیا وہ مذہبی قیود سے بالکل آزاد تھا مذہب کو عوام کا انفرادی مسئلہ قرار دیکر سیاست و حکومت سے مذہب کو بے دخل کر دیا گیا یورپ کو اس کا فائدہ اس شکل میں ملا کہ ترقیات کے دروازے کھل گئے ملکی مفاد کیلئے ہر جائز و ناجائز حربے کو استعمال کرنا سیاست بن گیا۔ اور کئی قسم کے سیاسی نظام وجود میں آئے سرمایہ دارانہ نظام، سیکولر ازم، مارکسیزم، آمریت سامراجیت، جمہوریت۔ یہ سب نظام یورپ سے چلے اور ایشیائی ممالک میں رائج ہوئے جسکو آج ہم جھیل رہے ہیں

برادرانِ اسلام!

یہ ایک تمہیدی جائزہ تھا تاکہ اس کی روشنی میں بات کی جا سکے اس وقت سیاست کو مذہب سے الگ کرنے کی جو باتیں ہوتی ہیں یا تحریکیں چلتی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی نظام زندگی کو سیاست وحکومت سے دور رکھا جائے. جب کہ اسلام سیاست وحکومت کو اپنے دائرۂ عمل سے خارج کر کے دیکھنے کو گوارہ نہیں کرتا. اسلام آیا ہی ہے انسانیت کو فروغ دینے اور دنیا میں اسلامی اقتدار اور قرآنی حکومت قائم کرنے کے لئے وہ سیاست کو دین سے جدا کوئی چیز نہیں مانتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد خلیفۃ اللہ فی الارض ہوتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ ذاتی زندگی میں عوامی زندگی میں اقتصادی زندگی میں معاشی زندگی میں خدائی نفاذ قائم کرے۔ قرآنی دستور سے الگ ہو کر نہ سیاست مقبول ہے نہ تجارت امیر وسلطان تو قرآنی دستور کو نافذ کرنے کا ایک ذریعہ ہے اسکی اطاعت اسی وقت تک فرض ہے جب تک کہ وہ اسلامی زندگی پر قائم رہ کر حکومت کرتا ہے۔

اسلام نے سیاست کرنے کا جو طریقہ سکھایا ہے وہ موجودہ دوُ کے سیاست دانوں اور حکمرانوں اور ملک وقوم کے ٹھیکیداروں کو

کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں اس لئے کہ آج جو سیاسی نظام رائج ہے اس کا بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کرنے میں دریغ نہ کیا جائے جس کے ذریعہ اقتدار کا حصول ممکن ہو اور مذہب کی حفاظت یقینی ہو خواہ اس کے لئے اخلاقی قدروں کو پامال کرنا پڑے انسانی جانوں کو ضائع کرنا پڑے انسانیت کی حدوں سے تجاوز کرنا پڑے جبکہ اسلام نہ تو آمریت کا حامی ہے اور نہ ہی موجودہ شکل کی بے لگام سیاست کو مانتا ہے بلکہ اس میں شخصی آزادی ہے اسلامی قیود ہے کیوں کہ اسلامی سیاست کا محور قرآنی دستور ہے آسمانی نظام ہے۔

برادرانِ اسلام!

ہماری موجودہ سیاست ہر محاذ پر ناکام ہے نہ امن عالم باقی ہے اور نہ اخلاق و کردار باقی ہے نہ وعدہ کی اہمیت ہے نہ عہد کی پابندی نہ حلال کی تمیز ہے نہ حرام کا لحاظ نہ مساوات ہے نہ عدل وانصاف جسکو چاہا مجرم بنادیا جس مجرم کو چاہا آزاد کردیا۔ قاتل آزاد ہیں حرام کار سیاستداں ہیں نہ کوئی اصول ہے نہ قانون۔ ہر ملک میں ذاتی اغراض سیاست بن گئی ہے۔

اور جب کسی اسلامی ملک میں اسلامی نظام حکومت کی بات

ہوتی ہے اور قرآنی دستور نافذ کرنے کی تحریکات چلتی ہیں تو یورپین ممالک اسلام پسندوں کو بنیاد پرستوں رجعت پسند کہنے لگتے ہیں اسلام کو ایک فرسودہ، ترقی کا دشمن مذہب قرار دیا جانے لگتا ہے اسلام کو موجودہ سیاست سے بے جوڑ ثابت کیا جاتا ہے اس لئے کہ اسلام سودی نظام کا مخالف ہے، اسلام قومی استحصال کا مخالف ہے، اسلام اتحادی نظام کا حامی ہے، اسلام کو فرسودہ اور ناکارہ کہنے والے بھول گئے کہ آج سائنس کے دور میں سائنس لینے والے سیاستداں اپنی تمامتر کوشش کے باوجود ویسا جامع مکمل اور اسلامی فطرت سے ہم آہنگ نظام نہ پیش کر سکے۔ جیسا کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش بھی کیا اور دنیا کو اس کا کامیاب ترین مشاہدہ بھی کرایا اور بھی جوں کا توں باقی ہے۔ اسلام دنیا کو دعوت دیتا ہے کہ تم اپنی سیاست میں اسلام کا رنگ بھردو پھر دیکھو تمہاری زندگی کس طرح خوشگوار ہوجاتی ہے!

برادرانِ اسلام!

جدید سیاست اپنے تمامتر دعووں کے باوجود امنِ عالم کو یقینی نہ بنا سکی عدل و انصاف کی فضا نہ بنا سکی مساوات کو قائم نہ کر سکی آپسی

اعتماد کو بحال نہ کر سکی. قانون بنائے جاتے ہیں لیکن بدامنی، انارکی، دہشت گردی بڑھتی جا رہی ہے اقوام متحدہ قائم ہوتی ہے لیکن جنگ کا دائرہ پھیل رہا ہے ہتھیاروں پر پابندی کی باتیں ہوتی ہیں مگر ایٹم بم بنائے جاتے ہیں عوام کو تہذیب وتمدن سے جوڑا جاتا ہے مگر تمدن کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں اتحاد کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے مگر انتشار وخلفشار پھیل رہا ہے اقتصادی ترقیات کا پلان مرتب کیا جاتا ہے۔ لیکن مسائل بڑھتے ہی جاتے ہیں آخر کس سلسلہ میں ہماری موجودہ سیاست کامیاب ہے؟

سامعین کرام!

جہاں بانی کا سلیقہ تو اسلام نے سکھایا ہے حکمرانی کا ضابطہ تو اسلام نے بتایا ہے سیاست کا قاعدہ تو قرآن نے بنایا ہے سیاست خارجہ ہو کہ سیاست داخلہ جنگ کی فضا ہو کہ امن کی حالت ہر موقع پر اسلامی سیاست نے اپنا اثر چھوڑا ہے. آیئے ہم آپ کو اسلامی سیاست کی جامعیت اور اسلامی قانون کی کاملیت اور اسلامی خلفاء کی عبقریت دکھاتے ہیں۔

برادرانِ اسلام!

سیاست تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کی ہے سیاست تو عثمانؓ و علیؓ

نے کی ہے سیاست تو عمر بن عبد العزیز اور صلاح الدین ایوبی نے
کی ہے سیاست تو علاؤ الدین اور اورنگ زیب نے کی ہے سیاست
تو حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے مفتی کفایت اللہ نے کی ہے سیاست تو
محمد علی جوہر اور ابوالکلام آزاد نے کی ہے سیاست تو مولانا قاسم نانوتوی
اور رشید احمد گنگوہی نے کی ہے۔ اسلامی سیاست تو محمدی سیاست ہے
عدل فاروقی کے مدّاح تو گاندھی و نہرو بھی تھے۔ جرأت صدیقی کا
معترف تو ایک زمانہ تھا عدل جہاں گیری تو ضرب المثل ہے۔ مسلمانوں کی
ایک تاریخ ہے امن کو قائم کرنے میں نظام معیشت کو درست کرنے میں
جرائم سے دنیا کو پاک کرنے میں رعایا کو انصاف دینے میں۔

عزیزانِ ملّت!

قرآن کریم نے الزانیۃ والزانی فاجلدو اکل واحد
منھما مائتہ جلدۃ (سورہ نور) زناکار مرد اور زناکار عورت کو سو
کوڑے مارو۔ کو نازل فرما کر زناکاری و بدکاری کے دروازے کو بند
کر دیا ہے جبکہ آج کی موجودہ سیاست میں دنیا کا یہ حال ہے کہ
ترقی یافتہ، میدان سیاست کے شہسوار یورپی ممالک میں ہر منٹ

پر زناکاری ہوتی ہے، بدکاری کو قانونی تحفظ حاصل ہے، ہر سال لاکھوں ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزءً ابما كسبا نكالا من الله (سورۂ مائدہ) اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ انکے کردار کا بدلہ ہے اللہ کی جانب سے۔ نازل فرماکر سماج کو چوری چکاری سے اور لوٹ مار سے نجات دلائی۔ اور انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذالك لهم خزي في الدنيا ولهم في الاخرة عذاب عظيم (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے یا زمین سے نکال دیئے جائیں یہ انکے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم ہوگا۔

گردوں ڈاکوؤں کو عبرت ناک سزا سنا کر امن عالم کو بحال کیا۔ آج اعتراض ہوتا ہے کہ قرآنی سزائیں سخت سزائیں ہیں لیکن سختی کا

فائدہ ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ جس ملک میں اسلام کا نظام سیاست قائم ہے وہاں شرح جرم یورپ و امریکہ کے مقابلہ میں صرف ۲ فیصد ہے۔ آج کی سیاست میں خون انسانی کی ارزانی کا یہ حال ہے قدم قدم پر گاؤں گاؤں میں بستی بستی میں قتل ناحق ہو رہا ہے، حکومت بے بس ہے سیاست ناکام ہے قانون لاچار ہے عدالت مجبور ہے مظلوم ہراساں ہے ظالم آزاد ہے۔

اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے لا فضل لعربی علی العجمی علی العربی ولا ابیض علی اسود ولا اسود علی ابیض الا بالتقوی۔ (ترجمہ) کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی سے (مشکوٰۃ شریف) فرما کر طبقاتی سیاست کو بند کر دیا فرقہ پرستی اور ذات برادری کی سیاست پر بندش لگا دی اور دنیا نے اسلامی سیاست کا نظارہ بھی کیا کہ اسلام نے تمام مسلمانوں کو وحدت کی لڑیوں میں پرو دیا نہ عربی ہے نہ عجمی نہ ایرانی ہے نہ تورانی سب ایک خدا کے بندے ہیں مگر آج ذات واد برادری واد سیاست ہو رہی ہے یہ جاٹ لیڈر رہے یہ یادو لیڈر رہے یہ مسلم لیڈر رہے ہندوستانی عوام کا کوئی لیڈر نہیں برہمن کو برہمن کی فکر ہے یادو کو یادو کی فکر ہے۔

بھارتی جنتا کی کسیکو فکر نہیں جب کہ اسلام کسی کو اونچ نیچ ذات برادری قوم وجنس کی سیاست کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ہر فرد کو یکساں حق دیتا ہے سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے پورے ملک وآبادی کی فکر کرتا ہے۔

برادرانِ ملّت بیضاء!

اسلامی سیاست نے اخلاقی قدروں کو بلند کیا انسانی قدروں کو بلند کیا امن عالم کو یقینی بنایا اصول جنگ بھی بتائے اصول امن بھی بتائے اسلام کا عصری سیاست سے کوئی جوڑ نہیں یہ سیاست نہیں لعنت ہے نہ کوئی اصول ہے نہ قاعدہ۔ اگر سیاست کرنی ہے تو اصول سیاست ہو قوم وملک کی بھلائی والی، اخلاقی قدروں کو بلند کرنے والی، اتحاد ومساوات کی علمبردار کامیابی وکامرانی کی ضامن اور ایسی سیاست صرف اسلام عطا کر سکتا ہے اسلام تو آیا ہی ہے دنیا میں اصلاح و امن قائم کرنے کے لئے اور مسلمانوں نے قرآنی سیاست کرکے دنیا کو گہوارہُ امن بنا کر دکھایا پیار ومحبت کا مرکز بنا کر دکھادیا۔

☆

سامعین کرام!

میں نے ایک سرسری جائزہ پیش کیا ہے مختصر وقت میں صرف سوچنے کے لئے غور کرنے کے لئے اور موازنہ کرنے کے لئے میں نے ایک راہ دکھائی ہے کہ مذہب کے بغیر سیاست ہو ہی نہیں سکتی اور اسلام کو سیاست سے جدا کرنے کا تو سوال ہی نہیں ہے!

وما علینا الا البلاغ